فتاویٰ عالمگیری کے مؤلّفینِ بہار





مصنف
محمد طفیل احمد مصباحی

ناشر
شعبۂ نشر و اشاعت سنی علماء تنظیم کٹیہار بہار

نام کتاب : **فتاویٰ عالمگیری کے مولفینِ بہار**

مصنف : **محمد طفیل احمد مصباحی**

سب ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

کمپوزنگ : مولانا محمد حسن اختر برکاتی مصباحی

تزئین کار : پیامی کمپیوٹر گرافکس، مبارک پور

صفحات : ۷۶

تعداد : گیارہ سو (۱۱۰۰)

اشاعت : شوال المکرم ۱۴۳۹ھ / جولائی ۲۰۱۸ء

قیمت : اسّی روپے (۸۰)

ناشر : شعبۂ نشر و اشاعت، سنی علما تنظیم، کٹیہار، بہار

زیرِ اہتمام : پیرِ طریقت مفتی محمد عبد الواجد نوری صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

ملنے کے پتے:

(۱)-**شعبۂ نشر و اشاعت سنی علما تنظیم**، کٹیہار، بہار

(۲)-**محمد طفیل احمد مصباحی**، سب ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

(۳)-**حافظ محمد عامر**، مکتبہ حافظِ ملت، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

(۴)-**نوری کتاب گھر**، نزد جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

نوٹ: کتاب حاصل کرنے کے لیے اس نمبر پر رابطہ کریں:

8416960925

فہرست

اورنگ زیب عالمگیر کے تخت پر
بہاری مفتیوں کی جلوہ گری

از: پیکرِ علم وادب ڈاکٹر **سید شمیم احمد گوہر** مصباحی
سجادہ نشیں خانقاہ حلیمیہ ، الٰہ آباد

صوبۂ بہار کے قدیم ترین روحانی، علمی، تہذیبی اور اخلاقی سرمایہ نے انسان اور انسانیت کو ہمیشہ تقویت بخشی ہے، اہلِ علم اور اصحابِ قلم سے یہ سرزمین ہمیشہ آباد رہی۔ ساری اسلامی دنیا نے یہاں کی بصیرتوں اور ایمانی عطیات سے اپنے دامن کو پُر کیا، بالخصوص یہاں کے خاصانِ خدا اور بندگانِ برگزیدہ کی عرفانی قدروں، متصوفانہ تجلّیوں، علمی کارناموں، نیز مکاشفات و تصرفات، برکاتِ مجاہدات اور ارشادات و ملفوظات کے چراغ ہر طرف روشن ہیں۔ حضور مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری (۶۶۱ھ-۷۸۲ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد عہدِ زرّیں کہلاتا ہے، آپ نے تقویٰ و تفقہ، تصوف وطہارت اور تزکیۂ نفس کا بابِ نَو کھولتے ہوئے تعلیماتِ قرآن و احادیث اور عشق و محبت کا دریا بہا دیا، ہزاروں صفحات کے آئینے میں سرزمینِ بہار کی ایک نئی تاریخ مرتّب فرما دی۔ اپنی مشہور زمانہ تصانیف "مکتوباتِ صدی و مکتوباتِ دو صدی" کے علاوہ آپ نے تقریباً ۳۰ ضخیم کتابیں تصنیف فرمائیں۔ بعدہٗ "مناقب الاصفیا" از: حضور مخدوم شاہ شعیب "گنج لا یخفیٰ" از: حضرت حسین نوشہ توحید بلخی، "مونس القلوب" از: حضرت احمد لنگر دریا بلخی، وسیلۂ شرف" از: حضرت فرزند علی صوفی منیری اور "سیرت الشرف" از: حضرت خیر الدین وغیرہا جیسی دیگر کتابوں نے علمی رنگ و لطافت میں مزید اضافہ کیا، مذکورہ تمام تصانیف پر محققینِ علم وادب کئی بار پی. ایچ. ڈی. اور ڈی. فل. کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں۔

دبستانِ بہار کی علمی، فقہی اور تحقیقی رفتارِ ارتقا اور خدماتی تسلسل پر کبھی جمود نہ طاری ہوا، جماعتی سطح پر فروغ و تبلیغ کا سلسلہ لگاتار جاری رہا، دسویں صدی ہجری کے آخر تک علومِ اسلامیہ کا بیش بہا سرمایہ وجود میں آ چکا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد پھر ایک ایسا وقت بھی آیا جب بہار کے ایک درجن علما و فقہا مغل بادشاہ حضرت

اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمۃ کے سر کا تاج بن کر رہ گئے، حضرت عالم گیر ایک سچے عاشقِ رسول، ملتِ اسلامیہ کے ہمدرد اور فروغِ علومِ دینی کے سچے بہی خواہ تھے۔ وہ اپنے دورِ حکومت میں فقہی مسائل وفتاویٰ کا ایک نیا آفتاب روشن کرنا چاہتے تھے، اسی لائحۂ عمل کی روشنی میں انھوں نے اپنے عہد میں فقہ وفتاویٰ نویسی کی بابت خصوصی دل چسپی کا اظہار کیا اور فقیہوں کی ایک ایسی مبارک جماعت متعیّن کرنے کا منصوبہ تیار کیا جو سرکاری وظائف و معاونت کے تحت ہر فتوے کو بادشاہ کی سرپرستی و نگرانی میں مرتّب و مدوّن کر کے ایک عظیم فقہی انسائیکلوپیڈیا منظرِ عام پر لائے۔ اس سلسلے میں جناب انظر شاہ کاشمیری نے فتاویٰ عالم گیری (اردو ترجمہ) کے باب اول میں بائیس فقیہانِ کرام کی تحقیق کی ہے، جن میں سے بارہ مفتی صوبۂ بہار کے تھے۔ علاقائی دلچسپی کی روشنی میں یہ غایت تعداد یقیناً قدر و احترام کی دعوت دیتی ہے اور کسی حد تک فخر و ناز کا سامان بھی مہیا کرتی ہے۔

غالباً اسی اخلاقی تناظر میں صاحبِ تصانیفِ کثیرہ محبِ گرامی حضرت مولانا **محمد طفیل احمد مصباحی** صاحب مدظلہ مدیر ماہنامہ سعادت ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ نے خصوصی توجہ دی اور اپنی تحقیقی سرگرمیوں کو جاری رکھتے ہوئے دس (۱۰) مفتیوں کے ذکرِ خیر کی سعادت حاصل کی اور شاید پہلی بار ان فقہائے بہار کے تعارف و سوانح سے آشنا کرانے کا شرف حاصل کیا، یقیناً وہ قابلِ صد تحسین و مبارک باد ہے، بڑی مسرت کی بات ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کے صفحات پر بہاری مفتی چھائے رہے اور فتاویٰ عالم گیری کے توسط سے فتاویٰ نویسی کے اصول وضوابط اور تحقیقی عوامل کی تبلیغ کے راستے ہموار کرتے رہے۔

نئے نئے مسائل و احکام اور جدید جہتوں کے راستے کبھی بند نہیں ہوئے، رفتارِ زمانہ کے ساتھ ساتھ مسائل کے نئے نئے گوشے بھی سامنے آتے رہتے ہیں، بہت سارے مسائل کو اجتہادات کا دامن پکڑنا پڑتا ہے، ایسی صورت میں نہ صرف "فتاویٰ عالمگیری" بلکہ کوئی بھی ذخیرۂ فتاویٰ ہو، آنے والے نئے نئے مسائل اور تقاضۂ اجتہادات کا احساس دلاتے رہیں گے۔

مولانا طفیل احمد مصباحی کو اس کارِ خیر اور حسنِ عمل پر ایک بار پھر مبارک باد پیش کرتا ہوں، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ، باقی دوسرے مفتیوں کے حق میں موصوف نے اپنے تحقیقی دروازے کو کیوں بند رکھا؟ اس مصلحت کو جاننے کی ضرور کوشش کروں گا۔

سید شمیم احمد گوہر مصباحی

عرضِ حال

زیرِ نظر کتاب "فتاویٰ عالم گیری کے مولفینِ بہار" دو سال قبل ہی لکھی جا چکی تھی، لیکن طباعت و اشاعت کا انتظام نہ ہونے کے سبب اب تک یہ منظرِ عام پر نہ آسکی۔

الحمدللہ، ثم الحمدللہ! اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور اس کے حبیب جناب رحمتِ عالم ﷺ کی نظرِ عنایت سے اب یہ کتاب پریس میں جا رہی ہے۔

صوبۂ بہار کے علما و مشائخ اور اربابِ فضل و کمال کی حیات و خدمات کو منظرِ عام پر لانے کا کام فقیر راقم الحروف گذشتہ سات آٹھ سال سے انجام دے رہا ہے اور اس حوالے سے مندرجہ ذیل کتابیں عوام و خواص کی بارگاہ میں پیش کر چکا ہے۔

(۱)-تذکرہ شعرائے بھاگل پور (سات سو صفحات پر مشتمل) (۲)-تذکرہ سرکار شبلی باڑی (۳)-تذکرہ مفتی محمد ظل الرحمٰن رحمت ضیائی بھاگل پوری (۴) علامہ سید سلیمان اشرف بہاری: حیات و خدمات (اس کتاب کی کمپوزنگ ہو چکی ہے اور بہت جلد طباعت کے مرحلے سے گذرنے والی ہے) (۵)-تذکرہ محدثینِ بہار (زیرِ ترتیب) (۶)-تذکرہ علمائے بھاگل پور (زیرِ ترتیب)

زیرِ نظر کتاب "فتاویٰ عالم گیری کے مولفینِ بہار" اسی سلسلۃ الذہب کی ایک خوب صورت کڑی ہے۔ جس میں صوبۂ بہار سے تعلق رکھنے والے ان دس فقہائے کرام و مفتیانِ عظام کے احوال و آثار پر روشنی ڈالی گئی ہے جنھوں نے فقہ حنفی کی عظیم کتاب "فتاویٰ عالم گیری" کی تدوین و تالیف میں براہِ راست حصہ لیا تھا اور اپنی ہمہ جہت دینی و علمی کارناموں سے پورے عہد کو متاثر کیا تھا۔

اربابِ تحقیق و تاریخ کی صراحت کے مطابق "فتاویٰ عالم گیری" کی جمع و ترتیب اور تدوین و تالیف میں بہار کے مفتیانِ کرام غالب اکثریت میں تھے۔ "فتاویٰ عالم گیری" کی تدوین و تالیف میں کُل کتنے علما و فقہا شامل تھے؟ اس کی صراحت تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں نہیں ملتی۔ بعض اہلِ علم نے سو کے قریب تعداد بتائی ہے، اس کتاب میں دس فقہائے بہار کا تذکرہ ہے جو مجموعی

تعداد کے لحاظ سے بہت کم ہے۔ اس عنوان پر مزید غور وفکر اور تحقیق کی ضرورت ہے۔

دو سال کی محنتِ شاقہ کے بعد راقم الحروف سے جہاں تک ہو سکا نتیجۂ تحقیق اور حاصلِ مطالعہ قارئین کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوں، اس کا فیصلہ قارئین کے ہاتھوں پر چھوڑتا ہوں۔

دورانِ تحقیق و مطالعہ ملّا قاضی محب اللہ بہاری علیہ الرحمہ کا نام فتاویٰ عالم گیری کے مؤلفین کے زمرے میں نہیں ملا۔ لیکن بعد میں دو تین اہلِ علم وقلم کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ بھی فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و تالیف میں شریک تھے، کتاب چوں کہ مکمل ہو چکی تھی اس لیے وقت کی قلّت کے پیشِ نظر طلبۂ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی علمی و تحقیقی کاوش "مجد دینِ اسلام نمبر" سے راقم نے قاضی محب اللہ بہاری کا تذکرہ اس کتاب میں شامل کر دیا ہے۔

پیکرِ علم و ادب، آبروئے فکر و فن حضرت علامہ ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر مصباحی دام ظلہ العالی، سجادہ نشیں خانقاہ حلیمیہ، الہ آباد، یوپی کا میں شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنے بیش قیمت "تاثرات" سے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل اور عمر و اقبال میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ آمین۔

پیرِ طریقت حضرت علامہ عبد الواجد نوری صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی توجۂ خاص سے یہ کتاب منظرِ عام پر آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے صدقے انھیں شاد و آباد رکھے، دارین کی رحمتوں اور برکتوں سے وافر حصہ عطا فرمائے اور آپ کی قائم کردہ "سنی علما تنظیم" کٹیہار، بہار کے جملہ اغراض و مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ، علیہم التحیۃ و التسلیم۔

محمد طفیل احمد مصباحی
سب ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور
اعظم گڑھ (یوپی)
۴؍ جون ۲۰۱۸ء بروز پیر
۱۸؍ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ

صوبۂ بہار کی علمی وادبی حیثیت

صوبۂ بہار کی علمی وروحانی اور ادبی عظمت سے بھلا کون انکار کرسکتا ہے۔ ہندستان جنت نشان کے علمی مراکز میں دہلی ولکھنؤ کے بعد تیسرا اہم اور قابل قدر مرکز عظیم آباد (پٹنہ، بہار) ہے۔ عظیم آباد صوبۂ بہار کا علمی وروحانی دارالسلطنت اور ادبی راجدھانی ہے۔

پروفیسر اختر اورینوی کے بقول:

"چھٹی صدی قبل مسیح اور پانچویں صدی بعد مسیح تک ایک ہزار سالہ دور ایسا گزرا ہے کہ سارے ملک ہند کی تاریخ پاٹلی پتر (عظیم آباد، پٹنہ، بہار) کے مرکز کے گرد گھومتی ہے اور اس عظیم شہر کے سیاسی زوال کے بعد اس کا تہذیبی اقتدار زمانہ دراز تک قائم رہا۔ نہ صرف ملک کے اندر بلکہ ملک کے باہر بھی جنوب مشرقی ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ تک بودھ دھرم اور بہاری تہذیب کا اثر تھا۔ نالندہ اور وکرم شیلا کی یونیورسٹیاں، ایشیا میں علم وثقافت کے مینار تھیں۔"(۱)

گلشنِ بہار میں بہار ہر دور میں قائم وباقی رہی۔ علم وحکمت، تہذیب وثقافت، صنعت وحرفت، سیاست وصحافت، تحقیق وتنقید اور ادب وشاعری، غرض کہ کوئی شعبۂ حیات اور زاویۂ فکر وفن ایسا نہیں جس میں فرزندانِ بہار نے اپنی بے مثال خدمات کے گہرے نقوش نہ چھوڑے ہوں۔

عظیم آباد (پٹنہ) کے زیر اثر صوبۂ بہار کے دیگر اضلاع وقصبات بھی علم وحکمت، تہذیب وثقافت، اربابِ شریعت وطریقت اور رجالِ شعروادب کی انجمن سے آباد ہیں۔

" فتاویٰ عالم گیری " فقہ حنفی کا ایک عظیم اور قیمتی سرمایہ ہے، جسے سلطان محی الدین، اورنگ زیب عالم گیر کے حکم سے اس دور کے مایۂ ناز علمائے کرام اور یگانۂ عصر فقہائے عظام نے بڑی محنت ومشقت اور کمال عرق ریزی سے مرتب ومدون فرمایا۔ فتاویٰ عالمگیری کی

(۱)...بہار میں اردو زبان وادب کا ارتقا، ص:۶۷، قومی کونسل، دہلی۔

تدوین کا آغاز ۱۰۷۹ھ میں ہوا اور تکمیل ۱۰۸۶ھ میں ہوئی۔ اس علمی و فقہی انسائیکلوپیڈیا کی ترتیب و تدوین اور جمع و تالیف میں صوبۂ بہار کے علما و فقہا کی ایک کثیر تعداد شامل اور شریک کار تھی۔ بعض محققین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ: فتاویٰ عالم گیری کی ترتیب و تالیف میں اپنی علمی و فقہی خدمات پیش کرنے والے علمائے بہار شریک غالب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی کے مایۂ ناز شاگرد پروفیسر معین الدین دردائی لکھتے ہیں:

"کتنے لوگ ہیں جو ہمارے اس دعویٰ کو بلا تامل قبول کرنے کے لیے تیار ہوں کہ بادشاہ اورنگ زیب کے عہد میں " فتاویٰ عالم گیری " کے نام سے جو معتبر اور مستند کتاب علما کی ایک جماعت نے بادشاہ " اورنگ زیب عالم گیر " کے حکم سے لکھی تھی، اس میں بہار کے علما شریک غالب تھے؟"(۱)

خواجہ رضی الدین عطش لکھتے ہیں:

"اورنگ زیب عالم گیر کے زمانہ میں "فتاویٰ عالم گیری" جیسی کتاب جب ضبط تحریر میں لائی گئی تو اس مہم کی انجام دہی میں بہار کے علما شریک غالب کی حیثیت رکھتے تھے۔"(۲)

مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ فتاویٰ عالم گیری جیسی معرکۃ الآرا اور مبسوط و مدلل فقہی کتاب کی ترتیب و تالیف میں بہار کے علما و فقہا نہ صرف یہ کہ شریک تھے، بلکہ شریک غالب اور اکثریت کے درجے میں تھے۔ اگر بالفرض اکثریت اور شریک غالب ہونے کا دعویٰ تسلیم نہ بھی کیا جائے تو مجموعی تعداد کا نصف حصہ ماننا ہی پڑے گا۔ اور یہ بہت بڑی بات ہے کہ ایک کتاب جس کی جمع و تالیف میں ملک کے ہر صوبہ و خطہ کے علما و فقہا شریک تھے، ان میں سے صرف ایک صوبۂ بہار سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام و مفتیانِ عظام شریک غالب یا نصف کے برابر شریک کار تھے۔ باشندگان بہار کے لیے یہ فخر و مباہات کی بات ہے کہ ان کے آبا و اجداد اور اسلاف بہار فتاویٰ عالم گیر ی جیسی کتاب کی جمع و تالیف میں کثیر تعداد میں موجود تھے۔

(۱)... بہار اور اردو شاعری، ص:۱۱۔
(۱)... داغ کا آخری چراغ، ص:۱۳۷، اسلام آباد

اولٰئك آبائی فجئنی بمثلهم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

راقم الحروف طفیل احمد مصباحی عفی عنہ گذشتہ دو سال سے اس موضوع پر تحقیق کر رہا ہے۔ نتیجۂ تحقیق کے طور پر فتاویٰ عالم گیری کے مؤلفینِ بہار میں مندرجہ ذیل بارہ [۱۲] علمائے کرام وفقہائے عظام کے اسما ملے ہیں:

(۱) شیخ قاضی محب اللہ بہاری	(۲) شیخ رضی الدین بھاگل پوری
(۳) شیخ غلام محمد بھاگل پوری	(۴) ملا محمد شفیع عثمانی گیاوی
(۵) ملا شیخ نظام الدین گیاوی	(۶) ملا محمد سید فائق گیاوی
(۷) ملا محمد اکرم بہاری	(۸) ملا فصیح الدین پھلواری
(۹) قاضی عنایت اللہ مونگیری	(۱۰) ملا قاضی ابوالحسن دربھنگوی
(۱۱) قاضی سید رضی الدین مونگیری	(۱۲) ملا وجیہ الرب گیاوی

آیت کریمہ: "فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا" کے مطابق یہ علم و حکمت کی بارہ نہریں تھیں جو خاص صوبۂ بہار سے نکلیں اور ملک کے گوشے گوشے کو سرسبز و شاداب کرتے ہوئے فتاویٰ عالم گیری جیسے عظیم علمی و فقہی سمندر میں جذب ہو گئیں۔

ڈاکٹر شبیر احمد قادر آبادی نے چند کتب و رسائل کے حوالے سے مؤلفین فتاویٰ عالم گیری کی جو فہرست اپنی کتاب "عربی زبان و ادب: عہد مغلیہ میں" نقل کی ہے، اس میں بہار کے ایک اور عالم و فقیہ کا ذکر کیا ہے جو فتاویٰ عالم گیری کی تدوین و تالیف میں شریک تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"بہار کے شمال میں ایک شریف مسلمان محمد بخش رہتے تھے، ان کا گھرانا عالموں اور قاضیوں کا گھرانا تھا، اس خاندان کے ایک عالم نے بھی فتاویٰ عالم گیری کی تالیف میں حصہ لیا تھا۔ یہ محمد بخش خود بھی عالم تھے، شاعر تھے۔ ان کے لڑکے خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ کے بانی ہیں۔"

ریشمی شہر بھاگل پور

سرزمین بھاگل پور زمانۂ قدیم سے علم وحکمت، معرفت وروحانیت،اورادب وشاعری کا گہوارہ رہا ہے۔صوبۂ بہار کا یہ مبارک و مسعود خطہ،دینی،ملی،علمی،روحانی، اخلاقی اور تہذیبی و ثقافتی جہتوں سے اپنے دامن میں ایک زرّیں تاریخ،انفرادی شان اور ممتاز حیثیت رکھتا ہے ۔ مطلع ہند پر جب سے اسلام کا سورج طلوع ہوا اوراس کی کرنوں سے ملک کا گوشہ گوشہ منور ہوا،تو شہر بھاگلپور نے بھی اس روشنی سے اکتساب فیض کیا۔ یہی وجہ ہے کہ بھاگل پور شروع ہی سے علم وفضل کا گہوارہ، ولایت وروحانیت کا مسکن، ادب ثقافت کا منبع اور تبلیغ وہدایت کا مرکز رہا ہے۔

پہلوے گنگ میں پر کیف نظاروں کا شہر
ساغر و خم کا نگر ، بادہ و گساروں کا شہر
مسکرا تی ہو نو خیز بہاروں کا شہر
لالہ و گل کی زمیں ، چاند ستا روں کا شہر

بلا مبالغہ اس شہر نے بڑے بڑے شیوخ عصر،فضلائے دہر،نام ور محدثین،جلیل القدر فقہا، بالغ النظر مفتیانِ دین اورر بے شمار مدرّسین،محققین اور ادبا ومفکرین کو جنم دیا ہے۔یہاں کی خاک سے بے شمار علما و مشائخ ،ارباب فضل و کمال، اساطینِ علم وولایت، صاحبانِ فکر و دانش سخن ورانِ ملت اٹھے اور آسمان فضل وکمال پہ آفتاب ومہتاب بن کر چمکے۔شہبازِ ولایت، سلطان العارفین حضرت شیخ شہباز محمد بھاگل پوری علیہ الرحمۃ نے بھاگل پور کی عظمت وشہرت کو زمین کی پستی سے اٹھاکر آسمان کی بلندی تک پہنچا دیا۔آپ کے تلمیذ رشید اور مرید وخلیفہ حضرت علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری سرزمین بھاگلپور کا وہ نام ور سپوت ہے جو فقہی حنفی کے عظیم انسائیکلوپیڈیا " فتاویٰ عالم گیری" کی ترتیب و تدوین میں پیش پیش رہے اور فقہ وفتاویٰ کی اس گراں قدر کتاب کے "مرتبین" میں شمار کیے گئے۔

شہزادہ خرم ، تاج محل کے بانی، ہندوستان جیسی عظیم سلطنت کے حکمراں، شاہ جہاں بن جہانگیر حکومت واقتدار کی بھیک مانگنے کے لیے شیخ شہباز محمد کے پاس بھاگل پور ہی آئے تھے۔

اہل علم و دین سے تیرا جہاں پُر نور ہے
ناز ہے جس پر فلک کو تو وہ بھاگل پور ہے
عالم بالا کے نادیدہ خزانے تجھ میں ہیں
یعنی سرِ حق کے پوشیدہ خزانے تجھ میں ہیں

(تحسینؔ بھاگل پوری)

بھاگل پور اور اس کے اطراف و جوانب میں ارباب علم دانش اور صاحبان سلوک و تصوف کی ایک انجمن آباد ہے۔ عالم بالا کے نادیدہ خزانے اور سرّ حق کے پوشیدہ خزانے بلاشبہ اس پاک سرزمین کے سینے میں محفوظ و مدفون ہیں ۔بڑے بڑے اساطینِ علم وولایت اس کی خاک سے اٹھے اورر دیکھتے ہی دیکھتے انفس وآفاق پر چھا گئے۔ مختلف ادوار میں بے شمار علما و مشائخ، فقیہانِ حرم، ادباو شعرا اور مجاہدین و صالحین مختلف مقامات سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے اور اپنے قدوم میمنت لزوم سے اسے مشرف فرمایا۔ مساجد و مقابر، خانقاہیں اور مدارس و مکاتب قائم کر کے یہاں اسلامی عقائد و نظریات اور دین و مذہب کی حیات بخش تعلیمات عام کیں۔ ان تمام باتوں کی تفصیل تاریخ کے اوراق میں موجود و محفوظ ہیں۔

شاعر نے مندرجہ ذیل شعر توبدایوں (یوپی) کے بارے میں کہا تھا:

ظالم تیری گلی بھی بدایوں سے کم نہیں
جس کی گلی گلی میں مزارِ شہید ہے

لیکن خاص شہر بھاگل پور کے مختلف مقامات پر مدفون اولیائے کرام و شہدائے عظام کی قبریں دیکھ کراندازہ ہوتا ہے کہ بھاگل پور بھی ان خوش بخت شہروں میں سے ایک ہے، جہاں اللہ کے بے شمار نیک بندے ،عارفانِ باللہ،اولیائے کرام، شہدائے عظام اور بزرگان دین آسودۂ خاک ہیں۔ راہ حق میں اپنی جان اور لہو کا نذرانہ پیش کرنے والوں میں ایک اچھی خاصی تعداد ''مجاہدین بھاگل پور'' کی بھی ہے ۔

والدِ گرامی مولانا تحسینؔ رضوی بھاگل پوری دام ظلہ نے کیا ہی خوب کہا ہے:

تجھ میں اہل دین کی ایک انجمن آباد ہے
علم و حکمت ، فکر و دانش کا چمن آباد ہے
تجھ میں یوں اللہ کے مقبول ہیں ،بکھرے ہوئے
گلشن ہستی میں جیسے پھول ہیں بکھرے ہوئے

بھاگل پور کی دھرتی ہمیشہ اس بات پر ناز اور فخر کرے گی کہ اس کے معدن خیرات و برکات میں بڑے بڑے اساطین علم و حکمت، شہبازانِ طریقت اور اولوالعزم اولیائے امت محوِ خواب ہیں۔ ہندستان کے نقشے پر جب سے یہ شہر آباد ہے ،تب سے یہاں علم و حکمت کے قافلے آباد ہیں اور ہر دور میں یہاں کے علماو فضلا نے دین و دانش، سلوک و معرفت اور ادب و ثقافت کی ترویج و اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں ۔غرض کہ علوم و فنون کی تبلیغ و توسیع، دین و مذہب کی نشر و اشاعت، سلوک و تصوف کے فروغ اور علمی و عملی جہاد کے ایک عظیم تاریخ بھاگل پور کے علما و مشائخ کی ذات قدسی صفات سے وابستہ ہے۔ یہ مبارک شہر اپنی تہذیبی آثار، ثقافتی مناظر، بزرگانِ دین کے آستانوں اور اولیاء اللہ کے قدیم مزارات کے اعتبار سے قابلِ دید اور لائقِ نظارہ ہے۔

فتاویٰ عالم گیری کے مؤلفین میں تقریباً ۳۵ر علما و فقہا کے اسماء تذکرہ و سوانح کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ ان میں سے بعض ہی خوش بخت علما ایسے ہیں جن کے تفصیلی حالات ملتے ہیں۔ اکثر کے حالات پردۂ خفا میں ہیں یا پھر نہایت ہی اختصار کے ساتھ کتابوں میں درج ہیں۔

عمدۃ الفقہا حضرت علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری و حضرت علامہ شیخ غلام محمد بھا گل پوری علیہما الرحمہ کے احوال و آثار اور ان کی حیات و خدمات کی تفصیل نہیں ملتی۔ فتاویٰ عالم گیری جیسی مہتم بالشان اور بلند پایہ فقہی کتاب کے مرتب و مؤلف کی حیثیت سے ان دونوں بزرگوں کے نام اور کام تاریخ کے سینے میں محفوظ رہ گئے ہیں۔ خیر یہ بھی غنیمت ہے، ورنہ ہماری غفلت اور تساہلی کے باعث سینکڑوں علما و مشائخ، رجالِ شریعت و طریقت اور ارباب علم و حکمت ہمیشہ کے لیے گمنامی کے قبرستان میں دفن ہو گئے اور آج حال یہ ہے کہ نئی نسل ان کے نام سے بھی واقف نہیں۔ اللہ رحم فرمائے۔

علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری

عمدۃ الفقہاء حضرت علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری قدس سرہ (متوفیٰ:۱۰۹۶ھ) عہد اورنگ زیب عالم گیر کے مشہور علماوفقہامیں تھے۔علم وفضل، حکمت وکمال اور شجاعت و بہادری میں اپنی مثال آپ تھے۔اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کے علمی جاہ وجلال اور شجاعت و بسالت میں رتبۂ کمال پر فائز ہونے کا اعتراف کیاہے۔ بھاگل پور کی مشہور علمی وادبی شخصیت جناب محمد اسلام شاہی کے بقول: آپ کا آبائی وطن "پورینی" ہے۔ شیخ رضی الدین کے آباءو اجداد عہدِ جہانگیری و شاہ جہانی میں کہلؔ گاؤں و پورینیؔ کے عہدۂ قضا پر مامور تھے۔ آپ ایک علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔پورینی زمانہ قدیم سے علم وحکمت کا گہوارہ رہا ہے۔ آج بھی یہاں اہلِ علم حضرات کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ ماضی قریب کے مشہور دیوبندی عالم مو لانامحمد سہول بھاگل پوری،اسی پورینی کے باشندہ تھے۔راقم الحروف کا نانیہال بھی پورینیؔ ہے۔

مولانا جہاں گیر خان صاحب (ڈھمرا، بانکا، بہار) نے راقم الحروف کو بتایا" میں نے حضرت مولانا مفتی شاہ جہاں بھاگل پوری، مولانا ساجداللہ اور مفتی شمس الضحیٰ (شکر اللہ چک، حسین آباد، بھاگل پور) کی زبانی سنا ہے کہ علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری، جو فتاویٰ عالم گیری کے مؤلفین میں سے ہیں، ان کا مقام ولادت اور آبائی وطن شیخ پورہ (کجریلی، بھاگل پور) ہے۔

ولادت اور شجرۂ نسب:

مولانا شیخ رضی الدین بھاگل پوری ایک علمی وروحانی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔علوم وفنون کی دولتِ بے بہا آپ کو وراثت میں ملی تھی۔ آپ کا نسب نامہ چھبیسویں پشت میں سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔شیخ رضی الدین کی آٹھویں پشت کے جدِ اعلیٰ سید محمد خوارزمی، سلطان الاولیاء حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ سید محمد خوارزمی کے صاحب زادے سید جمال الدین خوارزمی نے فتنۂ چنگیز و تاتار سے پریشان ہوکر

خوارزم سے ہجرت کرکے لاہور میں سکونت اختیار کرلی اور یہاں بحسن وخوبی دعوت وتبلیغ کے فرائض انجام دیے۔ ان کے وصال کے بعد ان کے صاحب زادے مخدوم سید ابی غفار حسینی مسندِ سجادگی پر رونق افراز ہوئے۔ انھوں نے اپنی حیات میں اپنے بڑے فرزند سید کمال الدین لاہوری کو مانڈو، (گجرات) کی ولایت دے کر گجرات روانہ کیا۔ سید کمال الدین مانڈو تشریف لائے اور یہاں ایک خانقاہ کی بنیاد ڈال کر دینِ حق کی تبلیغ واشاعت میں کوشاں رہے۔ سید کمال الدین کے وصال کے بعد آپ کے صاحب زادے مخدوم سید علاء الدین مانڈو، گجرات سے رختِ سفر باندھ کر صوبۂ بہار کے مشہور شہر "بہار شریف" آگئے اور یہاں مستقل بود وباش اختیار کرلی اور تغلق شاہ کے دور میں "قاضِی القضاۃ" کے عہدے پر مامور ہوئے۔

ان کی رحلت کے بعد ان کے صاحب زادے سید حسام الدین نے منصبِ قضا کو زینت بخشی، سید حسام الدین بہاری علیہ الرحمۃ کو حضرت مخدوم بہار شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمۃ سے بڑی عقیدت تھی۔ مخدومِ بہار نے آپ کو وحدت وعرفان کا جام پلاکر اپنے وقت کا ولیِ کامل بنادیا۔

حضرت سید حسام الدین علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد پ کے صاحب زادے سید مخدوم سجاد الدین احمد، بہار شریف کی رہائش ترک کرکے قصبہ لکھن پور، ضلع مونگیر، بہار آکر آباد ہوگئے۔ سید سجاد الدین احمد نے اپنے بڑے صاحب زادے سید کمال الدین ثانی کو بیگو سرائے، بہار کی ولایت عطا کردی۔ آپ یہاں تشریف لائے اور اہل وعیال کے ساتھ رہنے لگے۔حضرت سید کمال الدین ثانی کے صاحب زادے قاضِی سید محی الدین، علامہ قاضِی رضِی الدین بھاگل پوری (مؤلف فتاویٰ عالمگیری) کے والدِ گرامی تھے۔

حضرت سید محی الدین، والدِ گرامی سید رضِی الدین بھاگل پوری کی ولادت شاہ پور کمال، بیگو سرائے، بہار میں ہوئی۔ اپنے والد سید کمال الدین ثانی سے تعلیم وتربیت حاصل کی اور اپنے وقت کے عظیم عالم وفاضل اور قاضِی ومفتی ہوئے۔ بھاگل پور کا مشہور خطہ "کہل گاؤں" بادشاہ جہانگیر ابنِ اکبر کے زمانے میں "دار القضاء" تھا۔ بادشاہ جہانگیر کے حکم وایما پر آپ اِس کے "قاضِی القضاۃ" ہوئے۔ شیخ رضِی الدین بھاگل پوری کے والدِ ماجد قاضِی محی الدین کہلگاؤں میں جس جگہ رہائش پذیر تھے، آج وہ جگہ "قاضِی پورہ" کے نام سے مشہور ہے۔ قاضِی سید محی

الدین کی قبرپاک قاضی پورہ، کہل گاؤں، بھاگل پور میں ایک قدیم درخت کے نیچے واقع ہے۔

حضرت علامہ قاضی سید رضی الدین بھاگل پوری کی ولادت کہل گاؤں، بھاگل پور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سید محی الدین سے حاصل کی۔ [1]

اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے شہباز ولایت، سلطان العارفین حضرت شہباز محمد بھاگل پوری علیہ الرحمۃ (متوفیٰ:۱۰۵۰ھ) کی خدمت میں خانقاہِ شہبازیہ، ملا چک بھاگل پور تشریف لے گئے۔ اور مروجہ علوم فنون میں مہارت و بصیرت اور رتبۂ کمال حاصل کر کے عہد اورنگ زیب کے علمائے فحول اور جلیل القدر فقہا میں شمار کیے گئے۔

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اور شاگرد اپنے استاذ اور مدرسہ سے۔

موضوع کی مناسبت سے یہاں چند سطروں میں حضرت شیخ شہباز بھاگل پوری اور آپ کا قائم کردہ مدرسہ شہبازیہ کا ذکر ضروری ہے تاکہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری کی علمی عظمت اور ان کے علمی تبحر اور مقامِ امتیاز کا اندازہ ہو سکے۔ شہبازِ ولایت، جامع شریعت و طریقت، حضرت شہباز محمد بھاگل پوری علیہ الرحمۃ عہدِ شاہجہاں و عالمگیر کے نامور شیخ طریقت اور فاضل شریعت گذرے ہیں۔ حضرت علامہ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی جیسے نابغۂ عصر سے آپ کو تعلم و تلمذ کا شرف حاصل ہے۔ مصنفِ سلطان العارفین کی صراحت کے مطابق: اکیاون (۵۱) علوم و فنون میں آپ کو مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ استاذِ محترم ابنِ حجر مکی نے آپ کو "سند المحدثین" اور "مجددِ وقت" جیسے اعلیٰ خطاب سے نوازا۔ شہنشاہِ ہند اورنگ زیب عالم گیر نے آپ کو اپنے دور کا "امام اعظم ابوحنیفہ" کہا۔ دہلی کے دربار شاہی میں بہ عہدِ جہاں گیر جب حقہ پینے سے متعلق جواز و عدمِ جواز کا مسئلہ پیدا ہوا تو آپ کے فتویٰ کو "قول فیصل" کا درجہ دیا گیا۔

شیخ شہباز محمد علیہ الرحمۃ کا قائم کردہ "مدرسہ شہبازیہ" ایک زمانے میں علم و عرفان کا ایک بڑا مرکز تھا۔ آپ کے حلقۂ درس کی وسعت اور مدرسہ شہبازیہ کی شہرت و مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ بیک وقت پانچ سو طلبۂ علومِ اسلامیہ یہاں تعلیم حاصل کرتے تھے، دہلی، لاہور، پنجاب، سرہند، بہار، بنگال، اڈیشا، جون پور، قنوج اور غازی پور وغیرہ سے طلبہ اور تشنگانِ علوم نبویہ

(۱)... ماہ نامہ زبان و ادب، پٹنہ، جون ۲۰۱۵ء، ص: ۳۳، ۳۴۔

اپنی علمی و روحانی پیاس بجھانے کے لیے آپ کی بارگاہ میں آتے اور مدرسہ شہبازیہ میں داخلہ لے کر علوم وفنون کی تکمیل کرتے۔ سید اشتیاق عالم شہبازی لکھتے ہیں:

"ہندوستان کے بڑے بڑے نام ور علما ، فضلا، مفتیانِ کرام اور مشائخِ وقت اس مدرسہ (شہبازیہ، بھاگل پور) کے سندیافتہ ہیں، جو بعد میں بڑے بڑے علمی و روحانی مراکز کے مالک ہوئے۔" (۱)

بھاگل پور کے مایۂ ناز فقیہ اور شجاع و بہادر عالمِ دین حضرت علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری علیہ الرحمۃ شیخ شہباز محمد کے تلمیذ رشید اور اسی مدرسہ شہبازیہ کے سندیافتہ عالم وفاضل تھے، جو آگے چل کر سلطان اورنگ زیب عالم گیر کے منظورِ نظر مغل سلطنت کے محتسب اور فتاویٰ عالم گیری کے مؤلفین میں شامل ہوئے اور پورے شہر بھاگل پور کے لیے سندِ افتخار اور قابلِ فخر ثابت ہوئے۔ پروفیسر لطف الرحمٰن لکھتے ہیں:

" فتاویٰ عالم گیری کے مؤلفین ہندوستان کے منتخب فضلا تھے، شیخ رضی الدین کی اس گروہ میں شمولیت ان کے کمالِ علوم وافضال کی فی نفسہٖ ایک روشن دلیل ہے۔ یہ طرۂ امتیاز بھاگل پور کی خاک کو حاصل رہا کہ اورنگ زیب عالم گیر کی نگاہ انتخاب بھی بھاگل پور کی معترف رہی۔" (۲)

شیخ رضی الدین کو اپنے استاذ شہباز محمد بھاگل پوری سے غایت درجہ محبت و عقیدت تھی۔ اسی عقیدت کے نتیجے میں استاذ سے بیعت ہو گئے اور اجازت و خلافت سے بھی نواز گئے۔ شیخ شہباز محمد بھاگل پوری کے جملہ تلامذہ و خلفاء میں آپ کو بلند ترین مقام حاصل ہے۔

حکیم عبدالحی رائے بریلوی نے بھاگل پور کو علماء و شرفاء کا مسکن بتایا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"بھاگل پور بلدة معروفة یسکن بها العلماء والاشرف"(۳)

شیخ رضی الدین بھاگل پوری فضلائے بہار اور شرفائے بھاگل پور میں سے ایک ہیں۔

(۱)...سلطان العارفین، ص:۶۴، مطبوعہ، بھاگل پور۔
(۲)...ماہنامہ سہیل، گیا، ۱۹۶۸ء، ص:۷۰، بھاگل پور کا ادبی ماحول نمبر
(۳)...الهند فی العهد الاسلامی، ص: ۵۱.

شیخ رضی الدین کے مختصر احوال و آثار سے متعلق قدیم ترین ماخذ "مآثر عالم گیری" ہے۔ اس کے مصنف مستعد خان ساقی لکھتے ہیں:

"شیخ رضی الدین بھاگل پوری، بہار کے شرفا میں تھے، یہ فاضل "فتاویٰ عالم گیری" کے مؤلفین میں شامل تھے۔ تین روپیہ یومیہ ان کی تنخواہ مقرر تھی۔ شیخ رضی الدین علاوہ ایک فاضل متبحر ہونے کے فن سپاہ گری میں کامل تھے اور علم داری وندیمی وغیرہ کمالات میں بھی ان کو دست گاہ حاصل تھی۔ (۱)

شہباز محمد بھاگل پوری سے تکمیلِ علوم کے بعد کہاں کہاں خدمات انجام دیں اور زندگی کے پیشتر ایام کہاں گذارے؟ آپ کے دیگر اساتذہ و تلامذہ اور اولاد و احفاد وغیرہ سے متعلق تفصیلات نہیں ملتیں، البتہ سیرت و سوانح کی کتابوں میں آپ کے علم و فضل، شہرت و مقبولیت اور شجاعت و بہادری کے مختصر تذکرے پڑھنے کو ضرور ملتے ہیں۔

نزہۃ الخواطر جلد پنجم، ص:۱۵۲ر میں آپ کا ذکر جمیل موجود ہے۔ مصنف نزہۃ الخواطر نے آپ کو عالم و فاضل، فقیہ اور یکے از علمائے فحول میں شمار کیا ہے اور آپ کے علم و فضل، شہرت و مقبولیت اور قرار واقعی حیثیت کا اعتراف کرتے ہوئے دینی علوم اور عصری فنون میں آپ کے مقامِ امتیاز کو اجاگر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

" الشیخ العالم الفقیہ رضی الدین الحنفی البھاگل پوری احد العلماء الفحول، اشتغل وتمیز بالعلوم حتیٰ اشتھرذکرہ وظھر فضلہ بین العلماء فاستخدمہ عالم گیر(اورنگ زیب) فی تالیف "الفتاویٰ الھندیہ" ووظف لہ ثلاث روبیات یومیہ ."(۲)

شجاعت و بہادری اور جنگی مہارت:

اللہ تعالیٰ نے شیخ رضی الدین بھاگل پوری کو بہت سارے اوصاف و کمالات سے نوزا تھا۔ دینی تفقہ، علمی تبحر، ذہانت و ذکاوت اور فہم و فراست کے علاوہ شجاعت و بسالت، ہمت و

(۱)...مآثر عالم گیری، ص:۶۲، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد

(۲)...نزہۃ الخواطر، جلد،۵/ص ۱۵۲/دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد

جرأت، جنگی مہارت اور حرب وقتال میں آپ کو ایک امتیازی مقام حاصل تھا۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کی شجاعت وبہادری کا تذکرہ لکھا ہے۔ شیخ موصوف نے ملک کی مختلف لڑائیوں میں حصہ لیا اور اپنی ہمت وجرأت، شجاعت وبہادری اور شیر دلی وجواں مردی کے جوہر دکھلائے اور کفار ومشرکین کو شکست وہزیمت سے دوچار کیا۔

نزہۃ الخواطر میں ہے:

"كانت له مهارة فى فنون شتىٰ من الحرب والسياسة والمحاضرة ودخل العساكر السلطانيه باودى پورؔ فقاتل الكفار قتال شديدا۔"[1]

یعنی شیخ رضی الدین کو دینی علوم میں تبحر وتفوق کے ساتھ بہت سارے عصری فنون، مثلاً حرب وضرب اور سیاست وتمدن میں مہارت وبصیرت حاصل تھی۔ افواج سلطانی میں داخل ہوئے اور اودے پور کے مقام پر کفار ومشرکین سے قتال کیا اور بے جگری کے ساتھ لڑے۔

" مآثر عالم گیری، ص: ۶۷، "ترجمہ از: "محمد فدا علی طالب" میں شیخ رضی الدین بھاگل پوری کے متعلق لکھا ہے:

"کوکلا جاٹ جو کہ مفسدوں کا سرگروہ اور بے حد سنگ دل قزاق تھا، جس کے ناپاک وجود کی وجہ سے عبد النبی نے شہادت پائی تھی اور نیز جس کافر نے سعد آباد کو تباہ وبرباد کیا تھا، حسن علی خاں کی کوشش سے گرفتار ہوا، اس بدبخت کو گرفتار کرنے میں رضی الدین بھاگل پوری نے بھی بے انتہا کوشش کی تھی۔"[2]

مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ شیخ رضی الدین بڑے شجاع وبہادر، جری، حوصلہ مند اور فنونِ حرب میں مہارت رکھنے والے ایک عظیم اسلامی سپاہی تھے۔ وہ اپنی خداداد لیاقت و ذہانت اور ناخنِ تدبیر سے دشمنوں کی جنگی چالوں کو ناکام بنانے کا ہنر خوب جانتے تھے۔

سیاسی امور میں مہارت:

علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری علیہ الرحمۃ بزم اور رزم دونوں میدان کے فاتح اور مجاہد تھے، جہاد وقتل اور حرب وضرب کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بہرہ مند تھے۔ شجاعت وبسالت،

(۱)... نزہۃ الخواطر، جلد: ۵، ص: ۱۵۲، حیدرآباد، دکن۔

(۲)... ماہنامہ سہیل، گیا، ۱۹۶۸ء، ص: ۷۰، بھاگل پور کا ادبی ماحول نمبر۔

ہمت و جرأت، جواں مردی و بے باکی کے ساتھ سیاسی امور میں مہارت اور اعلیٰ جنگی قیادت کے مالک تھے۔ سیاست کی پیچیدہ گرہوں کی عقدہ کشائی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ حالات حاضرہ پر گہری نظر تھی اور اعدائے دین کی ریشہ دوانیوں سے ہمہ دم واقفیت رکھتے تھے اور وقتِ ضرورت ان کی گوش مالی کے لیے شاہی افواج کے ساتھ مل کر جہاد و قتال میں مصروف رہتے تھے۔ فہم و فراست، تدبّر اور سیاسی امور و معاملات میں مہارت آپ کی زندگی کے نمایاں اوصاف ہیں۔ انھیں اوصاف و کمالات کی بدولت سلطان اورنگ زیب عالم گیر جیسے عظیم مدبّر اور اولوالعزم حکمراں نے آپ کو "یک صدی منصب" سے سرفراز کیا اور اپنے خاص مشیروں میں شامل کیا۔

محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:

"مولانا رضی الدین بھاگل پوری، عالمِ دین ہونے کے ساتھ فنونِ حرب میں بھی مہارت رکھتے تھے اور سیاست کی پیچیدہ گرہ کی عقدہ کشائی میں ان کو خاص درک حاصل تھا۔ ان اوصاف کی وجہ سے بادشاہ (اورنگ زیب عالم گیر) نے ان کو ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء میں "یک صدی منصب" سے نوازا اور اپنے خاص مشیروں میں شامل کیا۔"(۱)

ڈاکٹر علاء الدین خان لکھتے ہیں:

"مولانا شیخ رضی الدین بھاگل پوری قواعدِ حرب اور سیاسیاتِ ملکی میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔" (۲)

منصب یک صدی اور خاںؔ کا خطاب:

فتاویٰ عالم گیری کے مؤلفین میں حضرت علامہ شیخ رضی الدین بھاگل پوری کو جو بہت سارے امتیازات حاصل تھے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ بادشاہ اورنگ زیب کے مقربین، مصاحبین اور خاص مشیروں میں شامل تھے۔ بادشاہ کو آپ کے علم و فضل، فنونِ حرب اور سیاسی امور میں مہارت پر بڑا اعتماد تھا۔ مغل سلطنت کی بقا و استحکام کے لیے آپ کی بے لوث خدمات کو دیکھتے ہوئے بادشاہ اورنگ زیب نے آپ کو ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء میں سلطنت کا

(۱)... فقہائے ہند، جلد:۴، ص:۱۲۹، اریب پبلیکیشنز، دہلی۔
(۲)... عہد اورنگ زیب میں علماء کی خدمات، ص:۲۴۰، البلاغ پبلی کیشنز، دہلی۔

ایک اہم عہدہ ”منصب یک صدی“ تفویض کیا اور آپ کی ہمہ گیر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء میں ”خان“ کے لقب سے سرفراز کیا۔

نزہۃ الخواطر کی یہ عبارت ملاحظہ کریں:

”فاعطاه عالم گیر لنفسه منصبا(يك صدى) سنة تسع وسبعين والف ولقبه "بالخان" سنة تسعين والف.“ (۱)

تذکرۂ فقہائے ہند، جلد: ۴، ص: ۱۲۹/ میں ایسا ہی لکھا ہے۔

ڈاکٹر علاء الدین خان لکھتے ہیں:

”شیخ رضی الدین بھاگل پوری، بہار کے شرفا میں سے تھے۔ یہ عالم اور فقیہ تھے اور اپنے دور کے اکابر و فحول علما میں سے تھے۔ ترویج علوم میں مشغول رہتے اور علوم و فنون میں اس درجہ ممتاز تھے کہ ان کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی اور حلقۂ علما میں ان کی فضیلت کا عَلَم بلند ہو گیا۔ اورنگ زیب عالم گیر نے انہیں ” فتاویٰ عالم گیری“ کی تالیف میں شامل کیا۔ آپ کو اکثر علوم و فنون میں بھی دسترس تھی۔ جیسے سپہ گری، علم داری، ندیمی وغیرہ۔ محتسب قاضی محمد حسن جون پوری اور مرآۃ العالم کے مصنف بختاور خان نے اورنگ زیب کو شیخ رضی الدین کے کمالات وہمہ گیر قابلیت سے آگاہ کیا اور بادشاہ اورنگ زیب نے ۱۰۷۶ھ میں ان کو ”یک صدی“ منصب دار مقرر کیا اور رفتہ رفتہ حسن علی خان کی اعانت وامداد اور اپنی سلیقہ شعاری وہنرمندی سے رتبۂ امارت خانی پر فائز ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ جب تک زندہ رہے اپنے کام میں ممتاز رہے۔ قواعدِ حرب اور سیاسیاتِ ملکی میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔“ (۲)

خطۂ برار، دکن کے حاکم ووالی:

شیخ رضی الدین بھاگل پوری، اپنے وطن بھاگل پور سے حیدرآباد، دکن کب تشریف لے گئے؟ اس کی صراحت نہیں ملتی۔ آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا شہباز محمد بھاگل پوری کی حیات وخدمات سے متعلق لکھی گئی کتاب (سلطان العارفین) میں بس اس قدر لکھا ہے کہ:

(۱)... نزہۃ الخواطر، جلد:۵، ص:۱۵۲، دکن۔

(۲)... عہد اورنگ زیب میں علما کی خدمات، ص:۲۴۰۔

"حضرت مولانا نظام الدین حیدر (برادر زادہ شیخ یٰسین سامانی وتلمیذ شہباز محمد بھاگل پوری) اور حضرت مولانا رضی الدین بھاگل پوری دونوں اورنگ زیب عالم گیر کے حکم وایما پر حیدرآباد دکن تشریف لے گئے، مولانا نظام الدین حیدر کچھ دنوں تک شہزادے کے اتالیق رہے، پھر مجلس فقہائے دکن کے صدر الصدور ہوئے اور مولانا رضی الدین بھاگل پوری فتاویٰ عالم گیری کی تدوین اور محتسبی کی خدمت میں سرفہرست رکھے گئے۔"[1]

شیخ رضی الدین کی ہمہ جہت اور قابلِ رشک دینی، علمی، ملکی اور سیاسی خدمات نے انہیں دکن کا مشہور خطہ "برار" کا حاکم و والی بنادیا۔ آپ ایک عرصے تک امیر حسن علی خان کے نائب کی حیثیت سے برار کے امیر ووالی رہے اور سلطنتِ مغلیہ کے عروج واستحکام کے لیے اپنی خدمات پیش کرتے رہے اور برار ہی میں ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار پاک اور آخری آرام گاہ نزد نعل پاک، گنج شہیداں، مہرولی، دہلی میں ہے۔

"فولاہ علیٰ اقطار برار نیابة عن الامیر حسن علی خان، فناب عنه برهة من الزمان و توفیٰ سنة ست و تسعین و الف بارض برار".[2]

شیخ رضی الدین بھاگل پوری سے متعلق ذیل کے یہ دو اقتباس ملاحظہ کریں:

"مولانا رضی الدین بھاگل پوری، حنفی المسلک تھے اور گیارہویں صدی ہجری کے جلیل القدر علمائے ہند میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ عالم وفقیہ اور شیخ وقت تھے، علومِ مروّجہ میں درجۂ ممتاز پر فائز تھے، علمائے عصر میں مشہور اور فاضل بزرگ تھے، ان کے زمانے میں فتاویٰ ہندیہ جو فتاویٰ عالم گیری کے نام سے معروف ہے، اورنگ زیب عالم گیر کی سعی و کوشش سے زیرِ ترتیب تھا اور مشاہیر علمائے ہند کی ایک بڑی جماعت اس خدمتِ فقہی پر مامور تھی، اورنگ زیب کے کانوں میں مولانا رضی الدین بھاگل پوری کی شہرتِ علمی پہنچی تو اس نے ان کو بھی اس خدمت پر متعیّن کردیا۔ قاضی محمد حسین محتسب اور مشہور مورخ بختاور خان کی سفارش اور تعارف سے ان کو فتاویٰ عالم گیری کے مدوّنین کی جماعت میں رکھا گیا.....

(۱)... سلطان العارفین، ص:۳۹، مطبوعہ: بھاگل پور۔

(۱)... نزہۃ الخواطر، جلد:۵، ص:۱۵۲، حیدرآباد۔

انھوں نے کفارِ ہند کے خلاف جنگیں لڑیں اور اپنی شجاعت وبسالت اور مجاہدانہ تگ و تاز کا ثبوت دیا۔ بعدازاں بادشاہ کی طرف سے انھیں اقطاعِ برآر کا والی مقرر کیا گیا۔ ۱۰۹۶ھ /۱۶۸۵ءمیں سرزمین برآر میں وفات پائی۔ [1]

جناب اسلام احمد شاہی بھاگل پوری لکھتے ہیں:

''مولانا رضی الدین بھاگل پوری ایک جیّد اور متبحر عالمِ دین اور محدثِ وقت تھے۔ ان کا شمار اورنگ زیب عالم گیر کے زمانے میں صفِ اول کے اصحابِ علم و فضل میں ہوتا تھا۔ وہ بلند پایہ صوفی اور مردِ عارف اور ''فتاویٰ عالم گیری'' کے مرتب تھے۔ انھیں محض صوفی ہی نہیں بلکہ تاریخی دنیا میں ایک عظیم قاضی کی حیثیت سے بھی جانا جاتا ہے۔ وہ نہ صرف باصلاحیت عالم، نکتہ داں اور دانش ور تھے بلکہ ایک مدبّر اور بزرگِ کامل بھی تھے۔ وہ پختہ ذہن اور موزوں طبیعت رکھتے تھے اور اپنی علمی صلاحیت کی بنا پر ''فتاویٰ عالم گیری'' کی تدوین کے وقت مرتبینِ فتاویٰ کی جماعت میں محتسب کے عہدہ سے سرفراز ہوئے۔ مولانا موصوف کا علمی ذوق اس قدر بلند تھا کہ بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر نے اپنے دربار میں انھیں قاضی کے منصب پر فائز کیا۔ ان کی طبیعت میں انتہائی سادگی اور متانت تھی... بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر نے جب اپنے عہد میں ''فتاویٰ عالم گیری'' مرتب کرنا چاہا تو ان کی نظر ہندوستان کے ہر گوشے کے علما و صوفیہ پر پڑی اور انھوں نے اس کام کے لیے گیارہ اشخاص کا انتخاب کیا، جن میں مولانا رضی الدین بھاگل پوری بھی ایک تھے۔ اس لیے فتاویٰ عالم گیری جب تک دنیا میں موجود رہے گی، مولانا رضی الدین کا نام زندہ رہے گا اور جب جب لوگ اس کتاب کا مطالعہ کریں گے مولانا رضی الدین بھاگل پوری کی یاد کی خوشبو ان کے دل و دماغ کو معطر کرتی رہے گی۔'' [2]

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے شیخ رضی الدین بھاگل پوری کو جزائے خیر سے نوازے۔ ان کی قبر پر تا صبحِ قیامت اپنے انوار و تجلیات اور رحمت و غفران کی بارش نازل فرمائے اور ان کے فیوض و برکات سے ہم سب کو مالا مال کرے۔ آمین

(۱)... فقہائے ہند، جلد چہارم، ص: ۱۲۹۔۱۳۰۔ ناشر: اریب پبلشر، دہلی۔

(۱)... ماہ نامہ زبان و ادب، پٹنہ، جون ۲۰۱۵ء، ص: ۳۳۔

علامہ شیخ غلام محمد بھاگل پوری

فتاویٰ عالم گیری کے مایۂ ناز مصنفین و مؤلفین میں ایک اہم مگر گمنام شخصیت علامہ شیخ غلام محمد بھاگل پوری علیہ الرحمۃ کی بھی ہے۔ اس گراں قدر فقہی کتاب کی جمع و ترتیب اور تدوین و تالیف میں آپ بھی شامل تھے۔ مؤلفین فتاویٰ عالم گیری سے متعلق کتب و رسائل میں بالعموم آپ کا تذکرہ نہیں ملتا، لیکن ان کتابوں میں آپ کا ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ فتاویٰ عالم گیری کی ترتیب و تالیف میں آپ شریک نہیں تھے۔ کیوں کہ بہت سارے علما و فقہا ایسے گزرے ہیں جن کے اسمائے گرامی مؤلفین فتاویٰ عالم گیری کے ضمن میں نہیں ملتے۔ حالانکہ تواتر کے ساتھ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ وہ فتاویٰ عالم گیری کے مؤلفین میں تھے۔ علامہ شیخ غلام محمد بھاگل پوری بھی انھیں علما میں ہیں۔

"تذکرۂ علمائے بہار" پہلی کتاب ہے جس میں فتاویٰ عالم گیری کے مؤلف کی حیثیت سے آپ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ شیخ غلام محمد بڑے جاہ و جلال کے عالم تھے، جملہ علوم و فنون میں مہارت حاصل تھی۔ علمِ فقہ میں کمال حاصل تھا، آپ کی علمی عظمت، فضل و کمال، فصاحت و بلاغت اور ایمان داری کے چرچے عام تھے۔

تذکرہ علمائے بہار میں بہت ہی مختصر انداز میں آپ کے احوال بیان کیے گئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

"آپ کے والد گرامی کا نام شیخ ابو سعید اور جد امجد کا نام شیخ عبد العلی ہے۔ آپ نے اپنے عم محترم مولانا عبد الحمید سے تعلیم و تربیت حاصل کی جو مولانا باز علی کے والد تھے۔ یہاں سے تعلیم حاصل کر کے جون پور کا سفر کیا اور ملا عبد الباقی جون پوری کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ ان کی تعلیم و تربیت سے پورا فیض حاصل کیا اور وہیں سے تعلیم مکمل کی۔ وہاں سے فارغ

ہوکر آپ دارالخلافت دہلی پہنچے، جہاں صدارت پناہ دانش مند خاں سے ملاقات ہوئی اور وہ آپ کے علم و فضل سے اتنا متاثر ہوئے کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کی خدمت میں انھیں پیش کیا اور آپ کی فصاحت و بلاغت کا ذکر کیا۔ سلطان اورنگ زیب نے ''فتاویٰ عالم گیری'' کی تدوین میں تین روپیہ روز اور دو سو روپیہ سالانہ انعام مقرر کیا۔

فتاویٰ عالم گیری کی تکمیل کے بعد پانچ روپیہ روزینہ پر ملتان گئے اور پانچ سال وہاں رہ کر پھر پانچ سال لاہور کے قاضی رہے۔ لاہور سے دکن اور بیجاپور تک آپ کی علمیت، صلاحیت اور ایمان داری کی شہرت پھیلی۔ وفات کا سال معلوم نہیں۔ [1]

(۱)... تذکرہ علمائے بہار، جلد:۲، ص:۱۹۶، مطبوعہ، پٹنہ بہار۔

حضرت قاضی محب اللہ بہاری علیہ الرحمۃ

بر صغیر ہند وپاک کی وہ عظیم ہستیاں جن کے تابندہ نقوش کی وجہ سے گیارہویں صدی ہجری کا شجر اسلام سر سبز نظر آتا ہے، ان میں ایک نام حضرت علامہ قاضی ملا محب اللہ بہاری علیہ الرحمۃ کا ہے۔ آپ اپنے وقت کے مایہ ناز عالم دین، بلند پایہ محقق، صاحب طرز مصنف، دیدہ ور منطقی و فقیہ اور گیارہویں صدی ہجری کے عظیم مجدد ہیں۔ آپ کا نام محب اللہ، والد گرامی کا نام عبدالشکور، سر زمین ہند کے مشرقی صوبہ بہار کی جانب نسبت کرتے ہوئے آپ کو ''بہاری'' کہا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ صاحب نزہۃ الخواطر نے آپ کے نام کے ساتھ '' عثمانی و صدیقی ''کا اضافہ کیا ہے، جب کہ متاخرین و متقدمین میں سے کسی نے اس کی پیروی نہیں کی ہے۔

ولادت باسعادت:

آپ کے سن ولادت کا تذکرہ کسی مورخ نے نہیں کیا ہے، البتہ تواریخ کی کتابوں میں اتنا ضرور ملتا ہے کہ آپ نے صوبہ بہار کے ''کڑا'' نامی گاؤں پرگنہ ''محب علی پور'' کے ایک معزز اور شریف خاندان '' ملک ''میں آنکھیں کھولی۔ یہ خاندان اس دور میں علم و آگہی اور تہذیب و ثقافت کے اعلیٰ معیار پر فائز تھا اور شاہی دربار میں بھی اسے نمایاں شان و شوکت اور عزت و عظمت حاصل تھی۔ (1)

تحصیل علوم:

چونکہ آپ کی ولادت علمی ماحول میں ہوئی تھی اس لیے عنفوان شباب میں ہی دیار پورب کی سیر و سیاحت فرمائی، حصول علم کی خاطر متعدّد علمی مراکز کا سفر کیا اور اس وقت کے جیّد علماے کرام کے سامنے زانوے ادب تہ کر کے حضرت علامہ شیخ قطب الدین بن عبدالحلیم وغیرہ سے

(۱)... حدائق الحنفیہ، ص:۴۴۵، ناشر: المزان، ۲۰۰۵ء۔

ابتدائی ووسطی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد شمس آباد قنوج پہنچے جہاں حضرت علامہ سید قطب الدین حسینی شمس آبادی کے خوشہ چینوں مین شامل ہوکر جملہ علوم مروّجہ کی تکمیل فرمائی، مزید علمی تشنگی بجھانے کے لیے حضرت ملا ابوالواعظ بن صدرالدین (جو کہ فتاویٰ عالم گیری کے مولفین میں سے ایک ہیں) کے درس میں شامل ہونا چاہتے تھے، مگر وقت کی قلت کی وجہ سے آپ کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی، مگر بھلا اس علم کے تشنہ لب کو کہاں چین ملتا بالآخر سہالی کی جانب رخت سفر باندھا اور ملا قطب الدین شہید کے شاگردوں میں شامل ہوکر علم وفضل کے گوہر لوٹنے لگے اور اپنے وقت کے فائق الاقران ثابت ہوئے۔[۱]

حضرت علامہ موصوف کو جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں درک کمال حاصل تھا۔ آپ کی تصانیف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ جہاں فن منطق کے رازی وغزالی ہیں وہیں فلسہ وکلام کے ابوعلی سینا ہیں۔ لیکن وہ فن جسے نہ صرف آپ نے پڑھا بلکہ اس کی تہ تک رسائی حاصل کی اور اس کے نکات ودقائق کی اس طرح چھان بین کی کہ اس علم کا کوئی حصہ پردۂ خفا میں نہ رہ سکا، وہ فقہ واصول فقہ ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف خود مصنف نے تحدیث نعمت کے طور پر مسلم الثبوت کے دیباچہ میں کیا ہے۔

"وکنت صرفت بعض عمری الی تحصیل مطالبه ووکلت نظری الی تحقیق مآربه فلم یحتجب عنّی حقیقة ولم یخف علیّ دقیقة ."

ترجمہ: میں نے اپنی زندگی کا بعض حصہ اس کے مطالب ومفاہم کی تحصیل میں صرف کر دیا اور اس کے مقاصد کی تحقیق میں اپنی پوری توجہ لگا دی یہاں تک کہ کوئی حقیقت ہم سے پوشیدہ نہ رہ سکی اور نہ ہی اس کی کوئی باریکی ہم پر چھپی رہی۔[۲]

اور بھلا اس شخص پر اس فن کی حقیقت کیسے مخفی رہ سکتی ہے جس نے اس فن کے جملہ اصول وفروع کو دیکھا ہو، اس کے دقائق ولطائف کو چھانا ہو اور جسے اس کی عمیق گہرائی تک رسائی حاصل ہو۔ مولانا آزاد بلگرامی نے اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

(۱)... ایضاً/سبحۃ المرجان، از: مولانا سید غلام آزاد بلگرامی، ص:۱۹۸، ناشر:- معہد الدراسات الاسلامیہ جامعہ علی گڑھ الہند۔

(۲)... مسلم الثبوت: ص:۵، ناشر: المکتبۃ الحقانیہ، پشاور پاکستان

"والقاضی ھوبحر من والعلوم و بدر من النجوم."[1]

یعنی (حضرت علامہ) قاضی علم کے سمندر اور (معاصرین کے مابین ایسے ممتاز تھے جیسے) بدر کامل ستاروں کے مابین ہوتا ہے۔

دربار شاہی میں پذیرائی:

حضرت علامہ موصوف کو اپنی جلالت علمی اور معرکۃ الآراء تصانیف کی وجہ سے جہاں معاصرین علمائے کرام میں درجۂ کمال حاصل تھا وہیں شاہی دربار میں بھی ایک امتیازی پذیرائی اور قدر و منزلت حاصل تھی۔ چنانچہ جب ملا موصوف نے تحصیل علوم سے فراغت کے بعد دکن کی جانب رخت سفر باندھ کر دربار عالم گیری میں شرف باریابی حاصل کی تو سلطان عالم گیر علیہ الرحمۃ نے آپ کو لکھنؤ کے منصب قضاء پر فائز فرمادیا مگر چند دنوں بعد ہی اس سے معزول ہوگئے، پھر دوبارہ دکن کا رخ کیا اور حیدرآباد کے عہدۂ قضاء پر فائز ہوئے لیکن کسی خاص سبب سے معتوب ہوکر یہاں سے بھی معزول ہوگئے، یہ خبر جب اراکین دولت کے کانوں میں پہنچی تو انہیں علامہ موصوف کی دیرینہ محبت نے بیتاب کردیا، چنانچہ انہوں نے سلطان عالم گیر کو علامہ موصوف کی علمی جلالت اور شان شوکت یاد دلاکر شفارش کی جس کی وجہ سے سلطان عالم گیر نے عفو درگزر فرما کر اپنے پوتے رفیع القدر بن شاہ عالم محمد معظم کی تعلیمی ذمہ داری ان کے سپرد کردی، پھر جب عالم گیر نے اپنے شہزادے محمد معظم ملقب بشاہ عالم کو کابل کی گورنری کا عہدہ سونپا تو تعلیمی سلسلہ بند ہو جانے کے خوف سے علامہ موصوف بھی شہزادہ ابن معظم کے ساتھ کابل پہنچے، لیکن ۱۱۱۸ھ میں سلطان عالم گیر کے وفات کی جاں گداز خبر نے شاہ عالم کو ہندوستان واپس آنے پر مجبور کردیا ، چنانچہ جب شاہ عالم سلطنت مغلیہ کے فرمانروائے اعظم اور شہنشاہ مطلق ہوکر ہندوستان واپس ہوئے تو سلطان شاہ عالم نے اپنے فرزند ارجمند کے استاذ زمن کی خوب قدر و منزلت اور آہ و بھگت کی اور "صدارت مجموعہ ممالک ہندوستان" جیسے عظیم منصب پر فائز فرمایا جو اس وقت ہندوستان میں "شیخ الاسلامی" کے عہدہ کے مرادف تھا اور مزید اعزاز و اکرام سے نوازاتے

(۱)...سبحۃ المرجان، ص:۱۹۸ ناشر: ایضا

ہوئے "فاضل خاں" کے لقب سے ملقب فرمایا۔[۱]

فواتح الرحموت میں ہے:

"ولی قضاء لکھنو، ثم قضاء حیدرآباد، ثم صدارة ممالك الهند، ولقب بفاضل خان."[۲]

ترجمہ: آپ کو لکھنؤ کا قاضی بنایا گیا، پھر حیدر آباد دکن کے، پھر صدارت ممالک ہند کے منصب پر فائز ہوئے اور "فاضل خاں" کا لقب ملا۔

علمی کارنامے:

علامہ قاضی نے عہدۂ قضا کی اہم ذمہ داریوں کے باوجود میدان تصنیف و تالیف میں بھی قدم رکھ کر ایسی ایسی معرکۃ الآرا تحریریں سپرد قرطاس کیں جو آج تک اپنے اپنے موضوع پر اپنی مثال آپ ہیں اور درحقیقت آپ کی زندگی کا وہ گرانمایہ سرمایہ جس کی وجہ سے آج تک ہندو بیرون ہند کے علمی آماجگاہوں میں آپ کی جلالت علمی کا طوطی بولتا ہے، وہ آپ کی معرکۃ الآراء تصانیف ہیں۔ کثیر تلاش و جستجو کے بعد جن کتابوں کی فہرست سامنے آئی ہے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱)۔سلم العلوم: یہ کتاب فن منطق میں ہے، درس نظامی میں داخل نصاب اس کتاب کی اہمیت و افادیت کا منطقی دنیا میں اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ چودہ سے زائد اس کے حواشی و شروحات لکھی جا چکی ہیں اور بعض شرحیں خود محتاج شرح ہونے کی وجہ سے داخل نصاب بھی ہیں، چند کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) شرح سلم معروف بہ قاضی مبارک، از قاضی مبارک بن محمد دائم گوپاموی (م:۱۱۶۴ھ)

(۲) شرح سلم معروف بہ حمد اللہ، از حمد اللہ بن حکیم شکر اللہ سندیلوی (م:۱۱۶۰ھ)

(۳) ملاحسن: از ملاحسن قاضی غلام مصطفی فرنگی محلی (م:۱۱۹۹ھ)

(۴) شرح سلم: از محمد مبین بن ملا محب اللہ بن احمد عبد الحق۔

---

(۱)... حدائق الحنفیہ/عربی زبان وادب عہد مغلیہ میں، از: ڈاکٹر شبیر احمد، ص:۲۶۲، ناشر: دانش محل لکھنؤ

(۱)... فواتح الرحموت، ج:۱، ص.... للعلامہ عبد العلی محمد بن نظام الدین، ناشر: تحت لدار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔

(۵) بحر العلوم: از مولانا عبد العلی بن نظام الدین قطب الشہید۔

(۶) اصعاد المفہوم: از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ لکھنوی۔

(۷) ضیاء النجوم: از علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی۔

(۸) کشف الاسرار: از ملا کندیا مرحوم۔

(۹) شرح سلم: از ملا احمد عبد الحق بن قطب الدین فرنگی محلی۔

(۱۰) شرح سلم: از قاضی احمد علی بن سید فتح محمد سندیلوی۔

(۱۱) شرح سلم: از (ابتداء تا لا يحد و لا يتصور) از مفتی شریف الدین رامپوری

(۱۲) شرح سلم: از علامہ محمد بن علی الصبان (م: ۱۲۰۶ھ)

(۱۳) شرح سلم: از محمد وارث رسول بنارسی

(۱۴) انوار العلوم (اردو): از انوار الحق کاکاخیلی پشاوری۔

(۲)۔مسلم الثبوت: یہ کتاب فن اصول فقہ میں ہے اور یہ اس کا تاریخی نام ہے جو" مسلم الثبوت" کے عدد سے "۱۱۰۹ھ" برآمد ہوتا ہے۔ اس کتاب کی جامعیت و معنویت کا صحیح اندازہ مصنف کی خودنوشت عبارت سے لگایئے :

"ثم لامر ماأردت ان احرر فيه سفرا وافيا وكتابا كافيا يجمع الى الفروع اصولا والى المشروع معقولا ويحتوى على طريقى الحنفيه والشافعيه ولا يميل ميلا ما عن الواقعيه فجأ بفضل الله تعالى وتوفيقه كما ترى معدن ام بحر بل سحر لا يدرى." [1]

"یعنی ایک وجہ وجیہ کے سبب میں نے ارادہ کیا کہ اس علم اصول فقہ میں ایک کامل دفتر اور ایک ایسی کافی کتاب لکھوں جو فروع کی اصول کے اعتبار سے اور مشروع کی معقول کے اعتبار سے جامع ہو (یعنی اصول عقلیہ و نقلیہ کی جامع اور فروع فقہیہ پر مشتمل ہو) اور وہ کتاب طریقہ حنفیہ و شافعیہ دونوں پر مشتمل اور نفس الامر وواقعیت سے کچھ بھی ہٹی نہ ہو (منحرف نہ ہو) تو وہ

(۱)...مسلم الثبوت، ص:۵، ناشر: ایضا

کتاب اللہ تعالی کے فضل اور اس کی توفیق سے آگئی جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ وہ معدن ہے بلکہ وہ علم کا سمندر ہے، نہیں بلکہ وہ جادو ہے جس کی تہ تک نہیں پہنچا جا سکتا۔

یقیناً علامہ موصوف نے اس کتاب میں بساطت فکر و نظر، علمی گہرائی اور باریک نکتوں کے ایسے انمول موتی بکھیرے ہیں کہ وقت کے علامہ کو بھی اس کے حل میں بڑی صعوبتوں اور مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یوں تو یہ کتاب فن اصول فقہ میں ہے لیکن اگر دقت نظر اور باریک بینی سے دیکھا جائے تو ابتدا تا انتہا منطق و فلسفہ، عقائد و کلام، ردو مناظرہ، لغات و خلافیات اور فقہ اور اصول فقہ بلکہ حساب وریاضی وغیرہ علوم وفنون کی جلوہ سامانیاں دکھائی دیتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کتاب نے اسلامی دنیا میں شہرت و مقبولیت کا جو شرف حاصل کیا ہے وہ شاید ہی کسی ہندوستانی عالم کی کتاب کو نصیب ہوا ہوگا۔ ہندوستان کے مشہور نقاد مولوی شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں کہ "قاضی محب اللہ بہاری کی سلم و مسلم نے درس نظامیہ کے نصف نصاب کو اپنے پنجہ میں تقریبا دو سو سال تک دبائے رکھا، ان کی مسلم الثبوت اصول فقہ میں اہم کتاب سمجھی جاتی ہے۔"

ڈاکٹر شبیر احمد رقم طراز ہیں: "یقیناً اگر یہ کتاب ابن خلدون تک پہنچتی تو عبارت کی دلکشی اور سلاست، مسائل کی لطافت اور وضاحت میں جس طرح اس نے نصیر الدین طوسی، امام رازی اور بعد میں سعد الدین تفتازانی کی تعریف کی ہے، محب اللہ بہاری کو بھی داد و تحسین دیے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔"[۱]

سلم کی طرح مسلم کی بھی متعدّد تعلیقات، حواشی اور شروحات لکھی گئی ہیں، ان میں سے چند کے اسما ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

(۱) التعلیق المنعوت علی مسلم الثبوت: از مولانا برکت اللہ محمد بن احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۲) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: از بحر العلوم علامہ عبد العلی محمد بن نظام الدین (م:۱۲۲۵ھ) (۳) کشف المبہم مما فی المسلم: از: مولانا محمد بشیر الدین بن محمد کریم الدین عثمانی قنوجی (۴) مفاتح البیوت فی مسلم

(۱)...عربی زبان وادب عہد مغلیہ میں، اول۔ ص:۲۶۶۔۲۶۵

الثبوت: از مولانا فیض الحسن بن مولانا فخر الحسن سہارنپوری (۵) شرح مسلم الثبوت: از ملا محمد مبین بن ملا محب اللہ لکھنوی (۶) شرح مسلم الثبوت: از مولانا عبد الحق بن فضل حق خیر آبادی (۷) شرح مسلم الثبوت (الی مبادی الاحکام): از مولانا سید محمد حسن بن قاضی غلام مصطفی (۸) نفائس الملکوت شرح مسلم الثبوت: از مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ بن ملا محب اللہ فرنگی محلی (۹) شرح مسلم الثبوت: از سید نظام الدین بن قطب الدین سہالوی (۱۰) حاشیه منهیه : یہ مصنف کا خود نوشت حاشیہ ہے (۱۱) اشرف النعوت (اردو): از مفتی معین الدین اشرفی مصباحی بھاگلپوری (۱۲) الجوهر المنظم (اردو): از مفتی شبیر حسن رضوی۔

(۳)- الجواهر الفرد: یہ رسالہ فن فلسہ میں ہے، اس میں مصنف علام نے "جزء الذی لا یتجزی" کی نہایت تنقیحی و توضیحی بحث فرمائی ہے۔

(۴)- رسالة فی ان مذهب الحنفية ابعد من الرای من مذهب الشافعية: یہ بھی ایک رسالہ ہے جس میں ملا موصوف نے یہ ثابت کیا ہے کہ مذہب حنفیہ شافعیہ کے بنسبت قیاس و رای سے بہت دور ہے۔

(۵)- عامة الورود: یہ رسالہ مغالطات کے بیان میں ہے۔

(۶)- حاشیه منهیه: یہ مصنف کا خود نوشت حاشیہ ہے۔

(۷)- الافادات: اس کتاب کا تذکرہ مصنف نے مسلم الثبوت میں کیا ہے، چنانچہ ایک جگہ رقم طراز ہیں: "قد فرغنا عنها فی المسلم و الافادات"[۱]

(۸)- الفطرة الالهيه: اس رسالہ میں اصول غامضہ کا بیان ہے، ان ہی مسائل میں سے ایک مسئلہ اختیار کا بھی ہے، اس کا تذکرہ بھی مسلم میں موجود ہے، اس کے متعلق علامہ موصوف فرماتے ہیں: "وشرح ذالك فی الفطرة الالهيه و انها لاجدی من تفاریق العصا."[۲]

---

(۱)... مسلم، ص: ۱۰، ناشر: ایضاً۔ (۲)... مسلم، ص: ۱۹، بہ تفصیل سابق

مجددیت اور ان کے تجدیدی کارنامے:

علامہ قاضی نے اپنی پوری زندگی تعلیم وتدریس، پندو نصائح اور تقریر وتحریر کے ذریعہ احقاق حق و ابطال باطل میں گزار دی، خواہ وہ عہدۂ قضا جیسا عظیم منصب ہو یا میدان تصنیف و تالیف ہر جگہ آپ عدل وانصاف اور صدق وفا کے پیکر بنے رہے، منکرات سے لوگوں کو روکا ،اچھائیوں کی طرف رہنمائی کی ،بدعات وخرافات کا دفع کیا اور تاحیات اعلاے کلمۃ اللہ کے خواہاں رہے اور اس راہ میں نہ کبھی لومۃ لائم کی پروا کی اور نہ کبھی شہرت و مدح کی طرف رغبت کی اور نہ ہی کسی کے طعن وقدح کے خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی۔ علمانے جب آپ کی ان صفات کو دیکھا تو متفقہ طور پر آپ کو گیارہویں صدی کا مجدد تسلیم کیا۔ جیسا کہ اس کا تذکرہ ملک العلما علامہ ظفرالدین بہاری نے "تیرہویں صدی کے مجدد اعظم" میں اور علامہ یٰسین اختر مصباحی نے "امام احمد رضا اور افکار ونظریات" میں کیا ہے۔

سلم العلوم پر حاسدین کی کرم فرمائیاں:

جب علامہ موصوف نے ایک کتاب بنام "سلم العلوم" تحریر فرمایا جسے اپنی جامعیت، علمی نکات اور مفاہیم ومعانی کے اعتبار سے جو مقبولیت حاصل ہوئی، اسے ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا اور دوسری جانب خود ملا موصوف کو اپنی علمی جلالت اور عبقریت کی وجہ سے دربار سے بازار تک ایک امتیازی شان حاصل تھی، ان سب چیزوں نے ملا موصوف کو محسود اقران بنا دیا، آپ کے معاصرین نے معاصرانہ چشمک کی انتہا یہ کی کہ فن منطق میں ملا موصوف کی کتاب "سلم" سے ملی جلی اور اسی کے طرز واسلوب میں ڈھال کر ایک رسالہ لکھا اور اس کی نسبت مشہور معروف معقولی وکلامی مصنف فاضل مرزا جان کی طرف کر دی، مقصود یہ تھا کہ کسی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ ملا محب اللہ نے "سلم العلوم" کی تالیف میں سرقہ بازی سے کام لیا ہے، مگر حاسدین کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا، کیونکہ اس اختراعی متن کو جس فاضل صاحب کی جانب منسوب کیا گیا تھا خود وہ اور ان کے معاصر ابوالحسن الکاشی کے تعلق سے ایک ایرانی عالم نے اپنی کتاب "روضۃ الجنات" میں لکھا ہے کہ "کانا ینتحلان من کثیر الکتب الغیر المتداولۃ." یعنی دونو غیر معروف کتابوں سے چرالیا

کرتے تھے۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر یہ فاضل مرزا جان کی کتاب ہوتی تو جہاں ان کی بیسوں معمولی کتابیں علما کے مابین معروف ومشہور ہیں تو ایسا متن متین کیوں گمنامی کی اندھیری کوٹھری میں پڑا رہتا۔ نیز علامہ موصوف اور فاضل صاحب کی طرز تحریر اور اسلوب کے مابین آسمان وزمین کا فرق ہے، حضرت علامہ قاضی ایک خاص طرز اور جدید اسلوب کے موجد ہیں جو طرز واسلوب فاضل صاحب سے جداگانہ اور اور مختلف ہے اور آپ نے اپنی تالیف لطیف "سلم العلوم" میں بھی وہی طرز اپنایا ہے۔ لہٰذا اس سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ حضرت علامہ کی کتاب سرقہ سے پاک ہے۔ (۱)

بزرگان علائیہ چشتیہ سے اکتساب فیض:

حضرت علامہ قاضی حضور علاء الحق والدین گنج نبات لاہوری ثم پنڈوی کے لائق صد افتخار فرزند قطب بنگال حضور نور قطب عالم پنڈوی کے فیض یافتہ حضرت فرید الدین طویلہ بخش علائی چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ سے تاحیات وابستہ رہ کر اکتساب فیض کرتے رہے اور بعد مرگ بھی ان ہی بزرگوں کے جوار اقدس میں مدفون ہوئے۔ (۲)

وفات:

سلطان عالم گیر کی وفات کے بعد جب شاہ عالم نے تخت وتاج کا مالک ہوکر علامہ قاضی کو "صدارۃ ممالک ہندوستان" کے عظیم منصب پر فائز کیا، اسی کے ایک سال بعد یعنی ۱۱۱۹ھ بمطابق ۱۷۰۷ء میں علم وعرفان کا یہ آفتاب عالم تاب غروب ہوگیا، مگر آج بھی ان کے علمی جاہ وجلال کا ڈنکا چہار جوانب عالم کی درسگاہوں میں بج رہا ہے۔ آپ کا مزار پاک چاند پورہ بہار شریف میں واقع حضرت فرید الدین طویلہ بخش چشتی کی خانقاہ سے ملحق درگاہ شریف کے جنوب، مغربی گوشے میں واقع ہے۔ (۳)

---

(۱)... اشرف النعوت: ج:۱، ص:۸/۹ از مفتی معین الدین اشرفی مصباحی، ناشر: غوث العالم پبلیکشن لکھنؤ

(۲)... ماہنامہ جام نور دسمبر ۲۰۰۴ء

(۳)... صوفیہ نمبر ج:۱، ص:۱۱۱، ناشر: صوفی فاؤنڈیشن، دہلی۔

مُلّا ابوالحسن دربھنگوی

متھلانچل کی سر زمین نہ صرف بہار بلکہ پورے ہندوستان کی تاریخ میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ علوم وفنون، ادب وشاعری، تہذیب وثقافت اور عہدِ اسلامی میں اپنی ہمہ جہت خدمات کے لحاظ سے صوبۂ بہار کا یہ شمالی خطہ بڑا تاب ناک رہا ہے۔ متھلانچل کے قابلِ ذکر اضلاع میں دربھنگہ، مدھوبنی، سمستی پور، مظفر پور، بیگوسرائے، سیتامڑھی، بھاگل پور اور سہرسہ خصوصی اہمیت اور عظمت کے حامل ہیں۔

متھلانچل کے دیگر اضلاع کے ساتھ دربھنگہ، بہار اپنی علمی، دینی، تہذیبی اور ثقافتی جہت سے ایک منفرد اور ممتاز حیثیت کا مالک ہے۔ اس کا ماضی بھی تابناک تھا اور اس کا حال بھی روشن ہے۔ راقم طفیل احمد مصباحی گذشتہ ۵؍سال سے بہار کے علما و مشائخ، ادبا و محققین اور دیگر اہلِ علم حضرات کی حیات وخدمات کا گہرائی سے مطالعہ کر رہا ہے۔ دورانِ مطالعہ جب جناب محمد الیاس رحمانی کی کتاب ”عہد اسلامیہ میں دربھنگہ“ اور منصور خوشتر صاحب کی کتاب ”نثر نگاران دربھنگہ“ نظر سے گزری تو حیرت ہوئی کہ کیسے کیسے ہیرے جواہرات اور اساطینِ علم وادب کو مادرِ دربھنگہ نے جنم دیا ہے۔ دربھنگہ کے علما و مشائخ اور ادبا و شعرا کی روشن خدمات سے آج بھی ملک کا گوشہ گوشہ منور ہے۔

غرض کہ علوم وفنون کا کوئی شعبہ ایسا نہیں، جس کی زلفِ برہم سنوارنے میں فرزندانِ دربھنگہ نے نمایاں کردار ادا نہ کیا ہو۔ شریعت وطریقت، سیاست وصحافت اور ادب وشاعری کے میدان میں دربھنگہ کے اہلِ علم حضرات دیگر اضلاعِ وطن سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں۔

مُلّا ابوالحسن دربھنگوی علیہ الرحمہ جیسے نابغۂ روزگار اور جلیل القدر عالم ومفتی اسی خطہ کے باوقار اور لائقِ صد افتخار فرزند ہیں، جنھوں نے ”فتاویٰ عالم گیری“ کی تدوین وتالیف میں

شرکت فرماکر دربھنگہ کی کلاہِ افتخار میں چار چاند لگایا۔ علامہ سراج الدین دربھنگوی دربارِ محمد شاہی کے مقرّب علما میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ علامہ شیخ ابو محمد ہدایت اللہ صدیقی دربھنگوی، استاذ العلماء ملّا نظام الدین فرنگی محلی کے قابل فخر تلمیذ تھے۔ آپ کو مروّجہ علوم و فنون میں کامل بصیرت اور مجتہدانہ مقام حاصل تھا۔ منطق و فلاسفہ میں ارسطوئے زمانہ تھے۔ ہدایۃ المنطق، شرحِ سُلّم اور حاشیہ رسالہ میر زاہد آپ کے علمی تبحّر کی روشن دلیل ہے۔

بحر العلوم ملّا عبد العلی فرنگی محلی (لکھنؤ) جیسے عظیم المرتبت عالم و فاضل اور علمی اعتبار سے بھاری بھرکم شخصیت اپنے والد ملّا نظام الدین کے انتقال کے بعد دربھنگہ، بہار تشریف لاکر برسوں شیخ ہدایت اللہ صدیقی کے حلقۂ درس میں شامل رہے۔ مصر کے علما و مشائخ نے آپ سے سندِ علم و قابلیت حاصل کی اور آپ کی علمی جلالت کا اعتراف کیا۔[1]

موضوع کی مناسبت سے یہ اقتباس ملاحظہ کریں:

اپنے علمی و ثقافتی کردار کی وجہ سے دربھنگہ کی اپنی انفرادیت رہی ہے۔ عہد اسلامی سے ہی دربھنگہ کے ماہرینِ علم و ادب نے بہار اور بہار سے نکل کر ملک کے مختلف خطوں میں علم و ادب کا چراغ روشن کیا..... فتاویٰ عالم گیری کے مؤلفین و مدوّنین میں ملا ابوالحسن دربھنگوی، عہد عالم گیری کے شیخ احمد ابن شیخ ابو سعید معروف بہ ملّا جیون کی تفسیرِ احمدی اور نورالانوار، مولانا ہدایت اللہ کی تصنیف شرحِ سُلّم اور حاشیہ رسالہ میر زاہد، منیر الدین حسن برق کی منیر الفرائض، منیر الفتاویٰ اور فوائد رضویہ، مولوی عبد الاحد کی المعراج، حافظ ظہور احمد کی التضحیہ، فرمان علی طیب کی تفسیر قرآن پاک، دینیات، کتاب الصرف، کتاب النحو، مولانا عبد العزیز محدث رحیم آبادی کی سواء الطریق حسن البیان، شاہ سمر قند کی صبغۃ الواصلین، مصباح العارفین، بحر التوحید، تبصر الاعلٰی فی التفرقۃ بین الضاد والظاء، مولانا بہرام شاہ آہ کا حاشیہ حمد اللہ، عبد الرحمٰن وصال کی سیرتِ رسول، مرشد حسن کامل کی مخزن التفہیم، اصول کامل، معالجاتِ کامل، اور رحمتِ کامل، وغیرہ کا سلسلہ متھلانچل کی زمین سے جاملتا ہے۔[2]

---

(۱)... تفصیل ملاحظہ ہو: عہد اسلامیہ میں دربھنگہ، ص: ۱۳۰

(۲)... اردو دنیا، دہلی، ص ۳۰،۲۹۔ اپریل، ۲۰۱۶ء

ایک ذہنی خلجان:

مندرجہ بالا اقتباس میں جناب سلمان عبد الصمد نے " نثر نگارانِ دربھنگہ " کے حوالے سے شیخ احمد بن ابوسعید معروف بہ ملّا جیونؔ کی " تفسیر احمدی " اور " نور الانوار " کا جو تصنیفی سِرا متھلانچل بلفظِ دیگر دربھنگہؔ سے ملایا ہے، یہ دعویٰ محلِ نظر اور باعثِ خلجان ہے۔ اس عبارت سے قارئین کو یہ دھوکا ہو سکتا ہے کہ ملّا احمد جیونؔ، دربھنگہ کے باشندہ تھے اور ان کی یہ دونوں معرکۃ الآرا کتاب دربھنگہ میں لکھی گئی ہے۔ راقم الحروف طفیل احمد مصباحی عفی عنہ نے دو سال کی تلاش و جستجو اور محنت و تحقیق کے بعد ایک کتاب "ملا احمد جیون امیٹھوی: حیات اور خدمات" کے نام سے لکھا ہے ۔ یہ کتاب اگر چہ زیورِ طباعت سے ہنوز آراستہ نہیں ہو سکی ہے۔ لیکن اس کا ویب ایڈیشن منظرِ عام پر آچکا ہے اور انٹرنیٹ پر موجود ہے ۔ ملّا جیون سے متعلق دو درجن سوانحی ماخذ چھاننے کے بعد بھی اس قسم کی بات نظر سے نہیں گزری ۔ محمد الیاس رحمانی کی کتاب "عہدِ اسلامی میں دربھنگہ" کی صراحت کے مطابق شیخ احمد معروف بہ ملّا جیونؔ، عہدِ اورنگ زیب عالم گیر میں دربھنگہ، بہار کے ایک فوج دار مقرر ہوئے۔ ۱۱۱۲ھ میں دربھنگہ تشریف لائے ہوئے اور ساٹھ سال یہاں رہے۔ [1]

بہت ممکن ہے کہ ایک طویل عرصہ تک دربھنگہ میں قیام کرنے کے سبب ملّا جیون نے اپنی کتاب "تفسیرات احمدیہ" اور "نور الانوار" یہیں لکھی ہو۔ بعد کے مصنفین و مؤرخین نے تاریخی دستاویز کی روشنی میں متھلانچل اور دربھنگہ کی علمی و تصنیفی سرگرمیوں میں ملّا جیون کی مذکورہ کتابوں کو بھی شامل کر دیا ہو۔ لیکن الیاس رحمانیؔ کا یہ دعویٰ کہ "ملّا جیون دربھنگہ میں ساٹھ سال رہے" سراسر غلط ہے ۔ ہاں! اگر ساٹھ سال سے مراد ساٹھ سال کی عمر تک یہاں رہنا مراد ہو تو پھر اس دعویٰ کی صداقت پر کوئی کلام نہیں کیا جا سکتا۔

بہر کیف! حضرت ملا ابو الحسن دربھنگوی، عہدِ اورنگ زیب کے ایک مشہور عالم اور جیّد فقیہ تھے۔ فتاویٰ عالم گیری کی تدوین و تالیف میں آپ بھی شریک رہے اور اس خدمت کے

(۱)... عہد اسلامی میں دربھنگہ، ص:۳۵

صلہ میں انعامات واکرامات سے نوازے گئے۔ ملّا ابوالحسن کا نام محض "یکے از مؤلفینِ فتاویٰ عالم گیری" کی حیثیت سے تاریخ کے سینے میں محفوظ رہ گیا ہے۔ امتدادِ زمانہ اور مرورِ ایام کے ساتھ آپ کے دیگر احوال وآثار اور حیات وخدمات کے اہم گوشے پردۂ خفا میں ہیں۔

فتاویٰ عالم گیری کی تدوین وترتیب میں شرکت کے ساتھ ایک اہم اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ملّا ابوالحسن دربھنگوی، زیب النساء بنت اور رنگ زیب کے معلم واتالیق بھی رہے۔ شہزادی زیب النساء بنت اورنگ زیب عالم گیر کے خطوط اپنے استاذ ملّا ابوالحسن دربھنگوی کے نام آج تک دربھنگہ میں موجود ہیں۔ رئیس المفسرین حضرت ملّا احمد جیون امٹھیوی علیہ الرحمۃ، ملّا ابوالحسن دربھنگوی کے داماد اور ملّا دربھنگوی آپ کے خسر تھے۔

افسوس! راقم آثم کو اس حقیقت کا علم بعد میں ہوا۔ اگر دو سال قبل معلوم ہوتا تو اس کا ذکر اپنی کتاب "ملا احمد جیون امیٹھوی: حیات اور خدمات" میں ضرور کرتا۔

اس کتاب میں تلامذۂ ملّا احمد جیون کے ضمن میں زیب النساء بنت اورنگ زیب کا تذکرہ ۳ر صفحات میں کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اس بات کا اضافہ کر دیا جائے گا۔

ملّا ابوالحسن کے والد کا نام ابوالبرکات تھا۔ ملا موصوف جب "فتاویٰ عالم گیری" کی تدوین وتالیف کی خدمت سے فراغت پاکر اپنے وطن دربھنگہ، بہار لوٹنے لگے تو اورنگ زیب عالم گیر نے آپ کو خلعت انعام واکرام سے نوازا اور حاکم دربھنگہ نواب محمد معصوم خان کو اعزاز وتکریم اور پوری خاطر مدارات کی ہدایت لکھ کر بھیجی۔ بادشاہ اورنگ زیب نے ۱۶۸۵ھ میں ملّا ابوالحسن دربھنگوی کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے ملّا محمد منعم کو ڈیڑھ سو بیگھہ اراضی مددِ معاش کے طور پر عطا کیا۔ اس اراضی میں محلہ حسن چک (جہاں اس وقت ملّا ابوالحسن کا مزار ہے) شریف آباد، چک کوٹھیا اور بنگلہ گڑھ وغیرہ شامل تھے۔ ان تمام باتوں کی تفصیل الیاس رحمانی کی کتاب "عہد اسلامی میں دربھنگہ" میں موجود ہے۔

کتاب کا اقتباس ملاحظہ کریں، تاکہ ہمارے دعویٰ کا ثبوت فراہم ہوسکے۔

چنانچہ جناب الیاس رحمانی لکھتے ہیں:

"ملا ابوالحسن بن ابوالبرکات، عالم گیر بادشاہ (اورنگ زیب) کی صاحبزادی زیب النساء بیگم کے استاذ تھے۔ فتاویٰ عالم گیری کی تدوین میں خاص طور پر آپ کو بھی رکن مقرر کیا گیا تھا۔ آپ نے

خدمت مفوضہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد جب اپنے وطن مالوف دربھنگہ آنے کی اجازت طلب کی تو بادشاہ نے کافی انعام واکرام عطا کرکے رخصت کیا اور یہاں کے حاکم نواب محمد معصوم خان کو مدارت کی پوری ہدایت لکھ بھیجی۔ زمانے کی دستبرد کے باوجود معصوم خان کے نام مذکورہ فرمان اور آپ کے نام زیب النساء (بنت اورنگ زیب) کے خطوط اور بعض شاہی عطیات اب تک محفوظ ہیں، جو ناچیز کی نظر سے گزر چکے ہیں۔ موصوف کا مزار محلہ حسن چک میں ہے، جو آپ ہی کے نام سے موسوم ہے۔ ملّا محمد منعم، آپ ملّا ابوالحسن کے صاحب زادہ تھے۔ بادشاہ نے دربھنگہ میں ملّا صاحب موصوف کے انتقال کے بعد ۱۶۸۵ء میں آپ کو ڈیڑھ سو بیگھہ اراضی مدِ معاش بذریعہ فرمان مرقومہ ۲۷ر جمادی الثانی ۱۰۹۲ء عطا کیا تھا جس میں مو جودہ محلے حسن چک، شریف آباد، چک کوٹھیا، بنگلا گڑھ وغیرہ ہیں۔''[1]

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

قدیم دربھنگہ میں جہاں ملک گیر شہرت یافتہ ممتاز پنڈت اور مہا کوی پیدا ہوئے ، وہیں جلیل القدر علمانے بھی دربھنگہ کا نام ہر عہد میں روشن کیا۔ اس ضمن میں بہت سے نام لیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً: ''ملّا ابوالحسن بن ابوالبرکات ''مغل بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کی صاحب زادی شاعرہ زیب النساء کے استاد تھے اور ''فتاوٰی عالم گیری'' کی تدوین میں بھی شامل تھے۔ شیخ احمد بن شیخ ابوسعید معروف بہ ملّا جیون عہدِ عالم گیری میں دربھنگہ میں ایک فوج دار مقرر ہوئے۔ ۱۱۱۲ھ میں دربھنگہ وارد ہوئے اور ساٹھ سال یہاں مقیم رہے۔ ایک شادی ملّا ابوالحسن کی صاحبزادی سے یہاں کی ، جن سے ایک لڑکا احمد عمادالدین پیدا ہوا۔

ملّا ابوالحسن دربھنگوی کی ولادت ووفات، تعلیم وتدریس ودیگر ضروری سوانحی امور بجز مذکورہ بالا کتاب کے کہیں اور دستیاب نہ ہو سکے۔ اس لیے راقم مزید تفصیل پیش کرنے سے قاصر ہے۔

۱۶۸۵ء کے دو تین سال قبل (۸۳۔۱۶۸۲ء) دربھنگہ میں آپ کا وصال ہوا اور اپنی ہی نام سے موسوم محلہ حسن چک دربھنگہ، بہار میں مدفون ہوئے۔

نوراللہ مرقدہ وجعل الجنة مثواه وافاض علینا فیوضه وبرکاته. آمین بجاہ حبیبه النبی الکریم علیه وعلیٰ آله وصحبه اکرم الصلٰوة و التسلیم صلٰوة تبقی و تدوم بدوام الملك الحی القیوم .

(۱)... عہد اسلامی میں دربھنگہ، ص:۶۵

قاضی سید عنایت اللہ مونگیری

صوبۂ بہار کا مشہور و معروف خطہ "مونگیر" ہر دور میں علم و حکمت، تہذیب وثقافت اور ادب وشاعری کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں کی خاک سے بڑے بڑے علماوفضلا پیدا ہوئے اور پورے عہد پر اثرانداز ہوئے۔ اپنے دور کے مشہور غیر مقلد عالم و محدث میاں نذیر حسین مونگیری ثم دہلوی مونگیر ہی کے باشندہ تھے۔ ماضی قریب میں لوگوں کے دلوں پر اپنے علم و فضل کا سکہ بٹھانے والے جامع معقول و منقول عالم دین حضرت علامہ سید مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمۃ اسی مونگیر کے مایۂ ناز سپوت تھے۔ گیارہویں صدی ہجری کے نصف آخر میں مونگیر کی مردم خیز زمین سے جو مایۂ ناز شخصیت افقِ علم و حکمت پر کوکبِ درخشاں بن کر چمکی اور مونگیر کی مزید شہرت کا سبب بنی، وہ قاضی القضاۃ، رئیس الفقہاء حضرت علامہ قاضی سید عنایت اللہ مونگیری علیہ الرحمۃ کی ذاتِ اعلیٰ صفات ہے۔ آپ عہدِ اورنگ زیب عالم گیر کے نہایت مشہور عالم و فاضل اور جیّد فقیہ و مفتی تھے۔ مروّجہ علوم وفنون میں مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ لحنِ داؤدی کے مالک ایک خوش الحان قاری بھی تھے۔ دہلی کے شاہی مدرسہ کے تلمیذ و معلم بننے کے ساتھ "فتاویٰ عالم گیری" کی تدوین و تالیف میں شرکت اور گراں قدر فقہی خدمات انجام دینے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔

ولادت اور سلسلۂ نسب:

علامہ قاضی سیّد عنایت اللہ مونگیری علیہ الرحمۃ کی ولادت سورج گڑھ، محلہ چک مسکن، ضلع مونگیر، بہار میں تقریباً ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ سید شاہ احمد جاجنیری تھے، جو خاندانِ بارہ گاؤں و سورج گڑھ کے بانی مبانی ہیں۔

آپ کا نسب نامہ حسب ذیل ہے:

قاضی سیّد عنایت اللہ بن قاضی سیّد عبد النبی بن سیّد عبدالسلام بن سیّد شاہ جمال

الدین بن سیّد شاہ احمد جاجنیری بانی خاندان بارہ گاؤں وسورج گڑھ۔ (۱)

تعلیم اور دہلی کا سفر:

قاضی سید عنایت اللہ مونگیری علیہ الرحمۃ ایک اعلیٰ علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے خاندان میں "عہدۂ قضا" کا سلسلہ ایک زمانے سے قائم تھا۔ والد گرامی مولانا قاضی عبدالنبی سورج گڑھ (مونگیر) اور کجرا کے قاضی تھے۔ عقل و شعور کی آنکھیں کھولنے کے بعد مروجہ علوم وفنون کی تحصیل میں منہمک ہو گئے۔ ابتدائی کتابیں والد سے پڑھیں اور متوسطات کی تعلیم آبائی وطن سورج گڑھ، مونگیر، بہار میں علمائے وقت سے حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے دہلی کی طرف شدِّ رحال فرمایا۔ اپنی خداداد ذہانت و لیاقت کے نتیجے میں دہلی کے "شاہی مدرسہ" میں داخلہ لیا اور بڑی محنت اور کمال انہماک کے ساتھ مروجّہ علوم وفنون کی تعلیم و تحصیل میں لگے رہے، یہاں تک کہ اور ایک باکمال عالم و فاضل اور نابغۂ روزگار فقیہ و مفتی کی حیثیت سے اُبھرے۔

ڈاکٹر مہر النساء (پاکستان) نے "علمائے بہار کی دینی و علمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ" کے نام سے ایک مکمل اور مبسوط کتاب تصنیف کی ہے، اس میں قاضی سید عنایت اللہ مونگیری کا بسلسلۂ تعلیم سفرِ دہلی کا حال اور اس ضمن میں ایک اہم واقعہ قلم بند کیا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتی ہیں:

"قاضی سید عنایت اللہ مونگیری اس عہد کے دستور کے مطابق متوسط درجہ کی تعلیم حاصل کر کے دہلی پہنچے۔ شام کا وقت تھا۔ ایک شخص کے مکان پر شب باشی کی اجازت مانگی اور اس نے ان کا حال سن کر اجازت دے دی اور کھانا بھی کھلایا۔ رات جب زیادہ ہوئی تو مالک مکان چراغ گل کر کے اندر جانے لگا۔ سید عنایت اللہ صاحب نے کہا: مجھے قرآن پڑھنا ہے، میں سوتے وقت چراغ گُل کر دوں گا۔ مکان مالک اندر چلا گیا اور سیّد صاحب دیر رات تک قرآن مجید پڑھتے رہے یہاں تک کہ شہر دہلی کا کوتوال گشت کرتا ہوا آنکلا۔ چوں کہ سیّد صاحب بہت ہی خوش الحان تھے، اس لیے کوتوال دیر تک کھڑا کھڑا سید صاحب کی تلاوت

(۱)... فتاویٰ عالم گیری اور اس کے مؤلفین، ص: ۱۳۷، تاج کمپنی، دہلی۔

سنتا رہا۔ پھر سامنے آکر اس نے تمام حالات سے آگاہی حاصل کی۔ صبح کو قوال نے سیّد صاحب کو طلب کر کے ان سے مزید معلومات حاصل کیں اور جب کو قوال کو سید صاحب کی ذہانت و خوش الحانی اور ان کے علمی ذوق کا یقین آگیا تو اپنے سفارش سے "شاہی مدرسہ" میں داخل کرا دیا۔ اختتامِ تعلیم کے بعد ان کی علمی استعداد کے بنا پر اسی شاہی مدرسہ میں ان کو معلم و مدرس کے عہدہ پر متعیّن کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کے علم و فضل کا چرچا ہوا تو ان کو " فتاویٰ عالم گیری کے مؤلفین" میں شامل کر لیا گیا اور غالباً آخر ۱۰۸۶ھ تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد پھر وہ شاہی مدرسہ دہلی کے مدرس ہو گئے اور ۱۰۹۹ھ تک اس پر مامور رہے۔[1]

مجیب اللہ ندوی کی کتاب " فتاویٰ عالم گیری اور اس کے مؤلفین، ص: ۱۳۸ پر بھی اس واقعہ کا ذکر موجود ہے۔

شاہی مدرسہ دہلی کے معلّم و مدرّس:

حصول علم کی غرض سے آپ دہلی کب گئے اور کب تک دہلی کے " شاہی مدرسہ" میں تعلیم حاصل کرتے رہے؟ شاہی مدرسہ کے معلّم و مدرّس کب بنے؟ ان چیزوں کی تفصیل نہیں ملتی۔ بہر کیف! فتاویٰ عالم گیری کی تدوین و تالیف میں شرکت اور شاہی مدرسہ میں تدریسی خدمات کی انجام دہی بڑے اعزاز کی بات ہے۔ شاہی مدرسہ میں معلمی کا فریضہ انجام دینے کے باعث اس بات کا قوی امکان ہے کہ آپ شاہزادگان کے بھی اتالیق و معلم رہے ہوں گے۔ آپ دہلی کے "شاہی مدرسہ" میں تدریسی فرائض انجام دینے کے لیے دو مرتبہ مامور کیے گئے ایک تو فراغت کے فوراً بعد اور دوسری مرتبہ "فتاویٰ عالم گیری" کی تدوین و تالیف سے فرصت پانے کے بعد۔ شاہی مدرسہ میں تدریسی خدمات کے بدولت ہی آپ " مؤلفین فتاویٰ عالم گیری" میں شامل کیے گئے۔ جیسا کہ ذیل کے اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے۔

مولوی سید ابوظفر ندوی لکھتے ہیں:

"اس مدرسہ (شاہی مدرسہ، دہلی) میں کب تک تعلیم پاتے رہے، یہ معلوم نہیں ،

(۱)... علمائے بہار کی دینی و علمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ، ص: ۴۱۵۔۴۱۴، معارف اسلامیہ، کراچی۔

لیکن اختتام تعلیم کے بعد قاضی عنایت اللہ مونگیری کو ان کی علمی استعداد کی بنا پر اسی مدرسہ میں معلم کے عہدہ پر مامور کیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ان کے علم و فضل کا چرچا پھیلا تو ان کو "فتاویٰ عالم گیری کے مؤلفین" میں شامل کر لیا گیا اور غالباً آخر تک (۱۰۸۶ھ) اس کام کو انجام دیتے رہے۔ کیوں کہ اس کے بعد وہ پھر شاہی مدرسہ کے مدرس ہو گئے اور ۱۰۹۹ھ تک اس خدمت پر مامور رہے۔"(۱)

فتاویٰ عالم گیری کی تدوین و تالیف میں شرکت:

علامہ قاضی سید عنایت اللہ مونگیری کا فتاویٰ عالم گیری کے مؤلفین میں شامل ہونا تاریخی مسلّمات سے ہے۔ اکثر مصنفین نے اس حقیقت کا ذکر کیا ہے۔ گذشتہ صفحات میں دو حوالے گذر چکے ہیں۔ مزید حوالے ہدیۂ قارئین ہیں۔

ڈاکٹر علاء الدین خان لکھتے ہیں:

"قاضی سید عنایت اللہ مونگیری دہلی میں اپنے علمی ذوق کے باعث "شاہی مدرسہ" میں داخلہ پانے میں کامیاب ہو گئے۔ تعلیم کے بعد پھر اسی مدرسہ میں معلم ہو گئے اور علم و فضل میں اتنی ترقی کی کہ "فتاویٰ عالم گیری کے مؤلفین" میں شامل کر لیے گئے۔"(۲)

قاضی سید عنایت اللہ مونگیری اپنے والد محترم جناب سید عبد النبی کے وصال کے بعد قصبہ سورج گڑھ اور کجرا (مونگیر، بہار) کے قاضی مقرر ہوئے۔ محکمہ قضا کے مفتی و قاضی بننے سے قبل فتاویٰ عالم گیری کی تدوین و تالیف میں شریک رہے اور مجلس تدوین کے ایک مستقل رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔

سید ابو ظفر ندوی "مرأۃ العالم" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"قاضی سید عنایت اللہ مونگیری محکمۂ قضا میں آنے سے قبل فتاویٰ عالم گیری کی مجلس تدوین کے رکن تھے۔ مرأۃ العالم میں ہے کہ اس مجلس کے صدر ملا نظام الدین (برہان پوری) تھے اور ان کے ماتحت قاضی عنایت اللہ مونگیری کے علاوہ چار اور عالم تھے: (۱) قاضی محمد

(۱)... فتاویٰ عالم گیری اور اس کے مؤلفین، ص:۱۳۸، مطبوعہ، دہلی

(۱)... عہدِ اورنگ زیب میں علما کی خدمات، ص:۲۴۸

حسین جون پوری (۲) سید اکبر علی سعد اللہ خانی (۳) ملا شیخ محمد حامد جون پوری (۴) ملا محمد اکرام اللہ۔ ان میں سے ہر ایک کے سپرد ایک ربع کام تھا۔ معلوم نہیں قاضی عنایت اللہ مونگیری ان میں سے کن کے ماتحت تھے۔"[1]

سورج گڑھ، مونگیر کے محکمۂ قضا کے مفتی و قاضی:

علامہ قاضی عنایت اللہ مونگیری، فتاویٰ عالم گیری کی تدوین و تالیف سے فارغ ہونے کے بعد دہلی کے شاہی مدرسہ میں دین و دانش کی گراں قدر خدمات انجام دینے کے علاوہ کسی سرکاری محکمہ سے بھی وابستہ تھے۔ اسی دوران آپ کے والد کا وصال ہو گیا۔ قصبہ سورج گڑھ اور کجرا کا محکمۂ قضا کچھ دنوں تک خالی رہا۔ شرفائے سورج گڑھ کی درخواست پر شہنشاہ ہند اورنگ زیب عالم گیر نے قاضی عنایت اللہ کو ان کے والد کی جگہ قاضی بنا کر دہلی سے مونگیر بھیج دیا۔ محکمۂ قضا کی سند دیتے وقت بادشاہ اورنگ زیب نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا دو عدد قرآن مجید کا نسخہ قاضی صاحب کو عنایت کیا۔ عہدۂ قضا پر سرفراز کرتے وقت بادشاہ اورنگ زیب کا جو فرمان آپ کو عطا ہوا تھا۔ وہ آج تک مونگیر میں موجود ہے۔ قاضی صاحب اپنی وفات تک سورج گڑھ اور کجرا کے محکمۂ قضا پر فائز رہے۔ عہدۂ قضا کی سند اور فرمان کا متن درج ذیل ہے۔

"دریں وقت فرمان والا شان صادر شد کہ خدمت قضایا پرگنہ سورج گڑھ و کجریٰ تابع سرکار مونگیر صوبۂ بہار از انتقال عبد النبی بہ سید عنایت اللہ پسر ش و موازی چہل بیگہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج جمع از پرگنہ سنگھون تابع سرکار مذکور بشرط خدمت و عدم اخذ مہرانہ و نکا حانہ در وجہ مدد معاش او حسب الضمن مقرر باشد کہ بلوازم و مراسم آن کما ینبغی پرواز د، و در نشر شرعیات، و قطع و فصل قضایا و معاملات و رفع و دفع دعاوی و خصومات، و عقود آں کہ بلا ولی، و قسمت ترکات و کتابت صکوک و سجلات و تحریص و ترغیب مردم بہ طاعات و عبادات و اجرائے حدود و تعزیرات و اقامت جمعہ و جماعت و تحقیق اموال غنیمت و ایتام و تعین اوصیاء و نصب و قیام مقرر نمود، نائب متدین طالب علم مساعی موفورہ بتقدیم رساند باید کے حکام و عمال و جاگیرداران و

(۱)... فتاویٰ عالم گیری اور اس کے مؤلفین، ص: ۱۳۹، تاج کمپنی، دہلی

کروریان حال واستقبال اور اقاضی آن محلات دانندوزمین مذبور را پیمودہ وچک بستہ بہ تصرف اوبازگزارند واصلاً ومطلقاً تغیر وتبدیل بداں راہ نہ دہند، وبعلت مال وجہات اخراجات مثل وقلعہ و پیش کش وجریا نہ وضابطانہ ومحصلانہ ومہرانہ وداروغگانہ وبیگار وشکار ومقدمے وقانون گوئی ضبط ہر سالہ بعد ازتشخیص چک وتکبیر زراعت وکل تکالیف دیوانی ومطالبات سلطانی مزاحم نہ شوند، و دریں باب ہر سال سند مجدد نہ طلبند واگر در محلے دیگر چیزے دانستہ باشندہ، آن رااعتبار نہ کنند، طریق جمہور سکنہ ومتوطنین پرگنات مسطور آن کہ خطوط وقبالات وصکوک وسجلات رابخط و مہر ومعتبر شمرند، غرہ شعبان سال سی ویکم جلوس ۳۱ شرح یادداشت واقعہ تاریخ روز چہار شنبہ بست وششم شہر جمادی الاآخر ۳۱ جلوس والا موافق ۱۰۹۹ھ مطابق ہشتم اردی بہشت مارسالہ صدارت ومشیخت پناہ فضیلت وکمالات دستگاہ سزاوار مرحمت واحسان صدر منبع القدر فاضل خان "ونو بت واقعہ نگاری کمترین بندہ درگاہ خلائق آرام گاہ" "محمد ساقی" قلمی می گردد۔ سید عنایت اللہ ولد سید عبدالنبی از نظر اقدس اعلیٰ گذشت وبعرض مقدس معلیٰ رسید کہ پروانگی بہ مہر ودستخط مشیخت وفضیلت پناہ فضائل خان رسیدہ کہ بموجب التماس محمد شفیع سکنہ پرگنہ کجریٰ سرکار مونگیر صوبۂ بہار بعرض والا رسید کہ ازمدتے عبدالنبی قاضی پرگانات مسطور فوت شدہ، وبدون قاضی معاملات شرعیہ فیصل نمی یابد حکم والا شرف نفاذ یافت کہ بندہ بر تقدیر وقوع قاضی دیگر، بغرض مقدس رسانید مقررہ نمایند، حقیقت بریں منوال است کہ در پرگنہ سورج گڑھ و پرگنہ کجریٰ سرکار مونگیر مذکور قاضی از حضور پرنور تعین نہ شد۔ محضر بہ مہر مردم رسیدہ کہ سید عبدالنبی خاص مورچی پرگنات مسطورہ بعین حیات سپرد دسید عنایت اللہ پسرش متوفیٰ بحضور پرنور رسیدہ طالب علم است ہرچہ فرمان شود۔

حکم جہاں مطاع عالم مطیع صادر شد کہ خدمت قضاء پرگنات مرقوم مع سواد قصبات و قریات متعلقہ آن از انتقال سید عبدالنبی متوفیٰ مشار الیہ وموازی چہل بیگہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج جمع از پرگنہ سنگھول سرکار مونگیر مذکور، مادامیکہ قاضی باشد، بشرط عدم اخذ مہرانہ ونکاحانہ دروجہ مدد معاش او مرحمت فرمودیم ونیز حکم شد در جائیکہ خود نہ رسد، نائب متدین طالب علم تعین می کردہ باشد اگر در محال دیگر چیزے دانستہ باشد آں رااعتبار نہ کنند

واقعہ ۸ ؍ جمادی الآخر ۱۱۳۱ھ۔‘‘[1]

بادشاہ اورنگ زیب کے اس فرمان اور سند قضا پر مدارالمہام جملۃ الملک اسد خان وزیراور فاضل خان صدر الصدور کی تصدیق اور تائیدی دستخط ہیں۔ اس فرمان سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ قاضی عنایت اللہ مونگیری سند قضا پاتے وقت بادشاہ اورنگ زیب کے طرف سے دہلی کے کسی سرکاری محکمہ سے وابستہ تھے۔ سورج گڑھ چک مسکن، مونگیر ہی میں آپ کا وصال ہوا، جہاں آپ کا پختہ مزار آج بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ تاریخ وفات کا علم نہ ہوسکا۔

(۱)... عہد اورنگ زیب میں علما کی خدمات، ص:۲۵۔۲۴۹

ملا فصیح الدین جعفری پھلواروی

عظیم آباد (موجودہ پٹنہ، بہار) کی علمی عظمت، امتیازی شان و شوکت، ادبی مرکزیت اور تمدنی رفعت کا ایک جہاں قائل ہے ۔جس طرح عظیم آباد اپنی علمی برتری اور زر خیزی میں اپنی مثال آپ ہے، اسی طرح اس کے دیگر قصبات و محلات اور اس کے قرب و جوار کی آبادیاں بھی علمی، ادبی اور روحانی اعتبار سے مالامال اور بے مثال ہیں۔ پھلواری شریف جسم عظیم آداد کا ایک مضبوط حصّہ اور بہار کی بَہار کا ایک حسین اور دل کش نمونہ ہے۔ یہ پھلواری نہیں، بلکہ پھول کی کیاری ہے۔اس گلشن میں ایسے ایسے پھول کھلے ہیں کہ محض ان پھولوں کے تصور سے ہی غنچۂ دل کِھل اٹھتا ہے اور مشامِ جان معطّر ہو جاتا ہے۔

جناب شاہ محمد شعیب قادری مجیبی پھلواروی کی کتاب "آثارِ پھلواری شریف" کا مطالعہ کرنے کے بعد حیرت ہوتی ہے کہ کیسے کیسے یگانۂ عصر مشائخ، مایۂ ناز علما، عظیم المرتبت فقہا، جلیل القدر محدثین، اساتذۂ شعر و سخن، کاملانِ فن اور عظیم الشان فاضلانِ ادب پھلواری کی خاک سے نمودار ہوئے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ محدثینِ عظام کی ایک کثیر تعداد سرزمین پھلواری سے تعلق رکھتی ہے، جو اپنے اپنے دور میں بخاریِ وقت اور سیوطیِ زمانہ کہے جانے کے مستحق تھے۔

"آثارِ پھلواری شریف" سے ایک اقتباس ہدیۂ قارئین ہے، تاکہ پھلواری شریف کی قرار واقعی عظمت و حیثیت کا اندازہ ہو سکے۔

حکیم سید شاہ محمد شعیب قادری مجیبی لکھتے ہیں:

ثقہ روایات اور سابقہ تحریرات سے معلوم ہوا کہ قصبہ متبرکہ "پھلواری" ہزار سال سے آباد ہے، انسانی آبادی سے پہلے اس سرزمین پر راجہ اشوک کا نادرِ روزگار باغ تھا اور "راجہ کی پھلواری" سے مشہور تھا.....

گذشتہ فقرائے ہنود اپنے کسب وریاضت اور علوم نجوم کے ذریعہ معلوم کر چکے تھے کہ اس سرزمین (پھلواری) میں اسلامی دور شروع ہوگا اور بڑے بڑے صاحبِ تصرف و کرامات فقرائے اسلام اور علمائے ذی احتشام اس سرزمین پر آباد ہوں گے اور کفر وضلالت کی تاریکی کو شمع ہدایت سے روشن کریں گے۔ ان منجمین کی پیشین گوئی کا ظہور حرف بحرف ثابت ہوا اور یہ جگہ بہت مردم خیز ثابت ہوئی۔ علم وعرفان کے صدہا نونہال اس سرزمین سے شاداب برگ وبار کے ساتھ اُگے۔

تذکرۃ الکرام میں مولانا ابوالحیات قادری پھلواروی اس قصبہ کے شرف وبزرگی کی نسبت لکھتے ہیں کہ:

اس قصبہ پر بزرگوں کے ارواحِ طیّبات کی توجہ برابر رہی۔ حضرت مخدوم الملک بہاری قدس سرہ کے ارشاد اور دعا کی بدولت اس قصبہ میں صدہا علما، فضلا، مشائخ، عارفین باللہ پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ العٰلمین شاہ نعمت اللہ قادری قدس سرہ فرماتے تھے کہ: حضرت مولانا شاہ محمد وارث رسول نما قدس سرہ کی نظر عنایت اس قصبہ پر بہت زیادہ تھی۔ آپ اس کو "ہماری پھلواری" اور "قصبہ ناجیہ" فرماتے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ چوں کہ اس قصبہ میں حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ کا مولد ومسکن ہے، اور مولانا ان کو بہت عزیز رکھتے تھے، اسی نسبت سے پھلواری کے ساتھ بھی آپ کو محبت ہے۔ اس خطرہ پر مولانا کو اطلاع ہوئی تو فرمایا: "پھلواری ایسی جگہ ہے جس کی قدر بروز قیامت معلوم ہوگی کہ کتنے اولیا وصلحا اس سرزمین سے اٹھیں گے۔"

بعض ثقہ راویوں سے سنا گیا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنی مخصوص عنایات کے ضمن میں جو اس قصبہ کے اسلاف پر آپ کی ہیں، یہ فرمایا کہ: ایک عالم اور ایک درویش ہمیشہ اس قصبہ میں رہے گا۔ اس وقت سے لے کر اب تک کوئی زمانہ پھلواری کا اس سے خالی نہیں دیکھا گیا، اسی لیے اس سرزمین کی خصوصیتوں کا ذکر سوختہ دل علامہ نعمتی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح کرتے ہیں:

خوب بستی ہے قصبہ پھلواری
سوزِ عشق اس مکاں سے اٹھتا ہے

ہے وہ عشاق خیز جاکہ مدام
دردمند اک یہاں سے اٹھتا ہے

اُفقِ پھلواری پر بدر کامل کے مانند چمکنے والے ستاروں میں ایک اہم اور معتبر نام حضرت ملا فصیح الدین جعفری پھلواروی علیہ الرحمۃ کا ہے، جو اپنے وقت کے بلند پایہ عالمِ دین، ممتاز فقیہ، قاضی و مفتی اور بڑے بافیض مدرس تھے۔ علم و فضل میں یگانہ اور فقہ و اصول میں مجتہدانہ بصیرت کے حامل تھے۔

ولادت اور خاندان:

ملا فصیح الدین جعفری پھلواری کی تاریخ ولادت کہیں نہیں ملتی۔ محتاط اندازے کے مطابق آپ کی ولادت ۱۰۵۰ھ کے لگ بھگ ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب امیر عطاء اللہ جعفری سے ہوتا ہوا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اسی وجہ سے ملا فصیح الدین اور دیگر خاندانی افراد ''جعفری'' کہلاتے ہیں۔ آپ کے خاندان کے قابلِ ذکر بزرگ امیر عطاء اللہ جعفری ہیں۔ یہ بزرگ ملا فصیح الدین پھلواری کے پردادا ہیں اور آپ ان کے پرپوتے ہیں۔ خواجہ امیر عطاء اللہ جعفری، ملا فصیح الدین اور اہلِ پھلواری کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ عہدِ ہمایوں و اکبری میں پھلواری شریف آکر مقیم ہوئے۔ سلطنت مغلیہ میں انہیں ایک اہم اور ممتاز وزیر کی حیثیت حاصل تھی۔ بعد میں آپ سہسرام جاکر شیر شاہ سوری کے دربار سے منسلک ہوگئے تھے۔

سید شاہ غلام حسین پھلواری لکھتے ہیں:

اس خاندان کے مورث خواجہ امیر عطاء اللہ جعفری عہدِ ہمایونی و اکبری میں یہاں (پھلواری) آکر مقیم ہوئے۔ خاندانی روایت کے بموجب تو یہ وزرائے شاہی میں تھے، لیکن وہاں ان کی کوئی اہم حیثیت ضرور تھی۔

ابوالفضل کے ''اکبر نامہ'' میں بضمن وقائع ۹۶۱ھ خواجہ عطاء اللہ کا نام بھی ایک جگہ پر مذکور ہے۔ خدابخش خان صاحب مرحوم کی لائبریری میں شاہان و وزرائے مغلیہ کے ساتھ ایک مرقع امیر عطاء اللہ کی بھی البم کی شکل میں موجود ہے۔ شیر شاہی خاندان کی تباہی کے بعد مغل سلاطین نے روہتاس سے لے کر راج گیر تک پٹنہ کے جنوب میں بہت سے مغل،

شیوخ اور راج پوت خاندان مختلف مناصب کے ساتھ آباد کر دیے تھے تاکہ پٹھانوں کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملے۔اسی زمانہ میں خواجہ امیر عطاء اللہ بھی دہلی سے یہاں آئے۔ یہ عبداللہ بن جعفر طیار کی اولاد سے تھے، اسی لیے یہ خاندان جعفری کہلاتا ہے۔ امیر عطاء اللہ نے یہاں سنگِ سرخ کی ایک مسجد بنوائی جواب تک پھلواری شریف کی جامع مسجد ہے، جہاں جمعہ وعیدین کی سب سے بڑی جماعت ابھی تک ہوتی ہے ۔[1]

ملاّ فصیح الدین پھلواروی کے آباواجداد سے متعلق قدرے تفصیل یہ ہے کہ امیر عطاء اللہ جعفری کے فرزند امیر محمد حسین کے چار لڑکے تھے:

(۱) محمد فرید (۲) رکن الدین (۳) رستم (۴) فتح اللہ۔

امیر محمد حسین کے ان چاروں صاحب زادگان میں محمد فرید، ملاّ فصیح الدین کے سگے دادا ہیں۔ امیر فتح اللہ لاولد گذرے ہیں ۔باقی محمد فرید ورکن الدین کی اولاد میں بکثرت علماو فضلا اور عارفین باللہ پیدا ہوئے ۔

ملاّ فصیح الدین کے دادا محمد فرید کے تین لڑکے تھے:

(۱) بایزید (۲) ابوالفضل (۳) عبدالرشید۔

بایزید یعنی ملاّ فصیح الدین کے والد گرامی کی شادی بی بی بولن بنت مخدوم شاہ ابراہیم چشتی کی صاحب زادی بی بی نور جہاں سے ہوئی، جن سے چھ لڑکے ہوئے ،ان میں سے دو یہ ہیں:

(۱) ملاّ فصیح الدین (۲) مخدوم شاہ برہان الدین۔[2]

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ ملاّ فصیح الدین کے دادا کا نام محمد فرید، والد کا نام بایزید، والدہ کا نام نور جہاں اور بھائی کا نام شاہ برہان الدین ہے۔

ملاّ فصیح الدین پھلواروی کا خاندان ایک علمی وروحانی عظمت کا حامل خاندان گذرا ہے، جس کی تابانیوں سے آج بھی پھلواری کا ذرّہ ذرّہ رشکِ خورشید بنا ہوا ہے۔

ایں سلسلہ طلائے ناب است
ایں خانہ تمام آفتاب است

---

(۱)...ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل ۱۹۴۷ء، ص ۲۹۶، شمارہ:۴، جلد:۵۹

(۱)...آثارِ پھلواری شریف: ص:۱۱۰، مطبوعہ خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف۔

اور صرف پھلواری ہی نہیں بلکہ ہندوستان کا چپّہ چپّہ ملا فصیح الدین اور اس کے خاندان کے علماو مشائخ کے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے مالامال ہے۔

سید مناظر احسن گیلانی نے بجالکھا ہے:

پھلواری شریف کی یہ بستی ایک ایسی "مرکزی جامعہ یا یونیورسٹی" کی خدمات انجام دیتی رہی، جس سے تقریباً دوسو سال تک فارغ التحصیل ہوکر اربابِ فضل وکمال ملک کے طول وعرض میں مسلسل پھیلتے رہے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں شریک ہوکر امتیاز حاصل کرتے رہے۔ [1]

کسی بھی انسان کے فضل وکمال اور علمی رسوخ میں وقت وعہد اور ماحول کا بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ ملا فصیح الدین جعفری پھلواروی نے اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں فکر وشعور کی آنکھیں کھولیں۔ عہدِ عالم گیر میں بڑے بڑے علماو فضلا اور اساطینِ علم وولایت ملک کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔ دہلی اور لکھنؤ کی طرح عظیم آباد (پٹنہ، بہار) بھی علماو مشائخ کا مرکز ومسکن تھا۔ پھلواری شریف میں وقت کے جیّد علما ومحدثین اور فاضلانِ شعروادب موجود تھے۔ ملا فصیح الدین جعفری پھلواروی کی شخصیت پر اس علمی ماحول کا بڑا گہرا اثر پڑا اور آپ اپنے عہد و ماحول کے سانچے میں ڈھل کر کندن بنے۔ خصوصیت کے ساتھ دہلی کے بلند پایہ اساتذہ کی علمی صحبت اور شاگردی نے آپ کو علم وحکمت اور فضل وکمال کا پیکر بنادیا، جو آگے چل کر "فتاویٰ عالم گیری" جیسی مایۂ ناز فقہی کتاب کی تدوین وتالیف میں شرکت کا سبب بنا۔

تعلیم وتدریس، اساتذہ وتلامذہ:

ملا فصیح الدین جعفری پھلواروی، صوبۂ بہار کے جلیل القدر فضلا اور عہد اورنگ زیب عالم گیر کے مشہور فقہائے احناف میں سے تھے۔ آپ کی ولادت اور ابتدائی تعلیم وتربیت وطنِ مالوف "پھلواری" میں ہوئی۔ خاندانی علماو مشائخ اور دیگر اساتذۂ شہر سے عربی وفارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں دہلی کا رخ کیا۔ دہلی اس وقت جیّد علماو مشائخ کا مرکز تھا۔ ملا فصیح الدین دہلی پہنچے اور یہاں شیخ احمد بن سعید امیٹھوی (ملّا احمد جیون) اور ملّا عوض وجیہ

(۱)... مقدمہ اعیانِ وطن، ص:۱۱، مطبوعہ پھلواری شریف۔

دہلوی سے مرّوجہ علوم فنون کی منتہی کتابیں پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کی ذہانت و لیاقت سے اساتذہ بہت خوش تھے۔ آپ کے یہ دونوں اساتذہ شاہی دربار کے ممتاز لوگوں میں تھے۔ انھیں کی بدولت اورنگ زیب عالم گیر کے دربار میں پہنچے۔ بادشاہ عالم گیر ملا فصیح الدین کے علم و فضل اور صلاحیت سے بہت متاثر ہوئے، یہاں تک کہ "فتاویٰ عالم گیری" کی تدوین و تالیف کے لیے چوٹی کے علما کی صف میں آپ کو بھی شامل کر لیا۔ ملا فصیح الدین پھلواروی سلسلۂ نقش بندیہ میں کسی عارف باللہ اور مرشدِ کامل سے بیعت تھے، اسی سبب آپ کے نام کے ساتھ "نقش بندی" کا لفظ بھی جڑا نظر آتا ہے۔

تذکرۂ علمائے بہار ،۱/۲۲۲ میں لکھا ہے:

شیخ عالم فقیہ فصیح الدین ہاشمی جعفری پھلواروی ، فقہائے حنفیہ میں سے تھے ، پھلواری میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی اور ایک مدت تک اپنے شہر کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے رہے ۔ پھر دہلی کا سفر کیا اور شیخ احمد بن سعید امیٹھوی (ملّا احمد جیون) سے فیض حاصل کیا اور اپنے شہر واپس لوٹے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا ۔ جیسا کہ حدیقۃ الازہار میں ہے۔ آپ ملّا عوض وجیہ دہلوی کے شاگرد تھے ، عہد عالم گیری میں برابر دہلی رہے اور "فتاویٰ عالم گیری " کی ترتیب و جمع میں شریک رہے ۔ سلطان اورنگ زیب نے آپ کی علمی قابلیت کی قدر کرتے ہوئے ایک سو بیگھہ اراضی اور ایک روپیہ یومیہ خرچ کے لیے دیا۔

ملا فصیح الدیں جعفری پھلواری دہلی کب گئے، کتنے سالوں تک یہاں قیام رہا اور وطن واپس کب ہوئے؟ اس کا علم نہیں ہو سکا۔ لیکن آثارِ پھلواری، تذکرۂ علمائے بہار اور دیگر سوانحی کتب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ دہلی میں ایک طویل زمانے تک قیام پذیر رہے۔ فتاویٰ عالم گیری کی مدّتِ تصنیف آٹھ سال اور زمانۂ طالب علمی کے کچھ سال ملا کر تقریباً ۱۵ ؍سال دہلی میں بسر ہوا۔ اس کے بعد وطنِ مالوف پھلواری لوٹے اور یہاں مسندِ درس و تدریس بچھائی اور زندگی کے آخری ایام تک دین و دانش کی گراں قدر خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کا حلقۂ درس وسیع تھا اور تلامذہ کی تعداد کثیر تھی۔ آپ کی درس گاہ سے سیکڑوں علما و فضلا علم و حکمت کا فیضان حاصل کر کے یگانۂ روزگار ثابت ہوئے۔

جناب عون احمد قادری لکھتے ہیں:

ملّا فصیح الدین جعفری پھلواروی، جامعِ فتاویٰ عالم گیری جب دہلّی سے اپنے وطن پھلواریؔ واپس آئے تو اپنے آبائی مدرسہ میں درس دینا شروع کیا ۔ان کے آبائی مدرسہ کا تذکرہ بھی اگلی کتابوں میں ملتا ہے ۔یہ مدرسہ مسجدِ سنگی (پھلواری شریف) سے اتّر جانب تھا۔ اس میں حضرت امیر عطاء اللہ جعفری کی اولاد سے علما و فضلا درس دیا کرتے تھے۔یہ مدرسہ ۱۲۷۲ھ تک نہایت عروج کے ساتھ آباد رہا۔ ملّا فصیح الدین کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا۔ پھلواری کے متقدمین علما میں ان کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ان کے تلامذہ کی تعداد کثیر تھی۔ ارشد تلامذہ میں ملّا موصوف کے چاروں صاحب زادگان (ملّا صریح الدین، ملّا صبیح الدین، ملّا ملیح الدین، ملّا سلیح الدین) قاضی حیات مرید اور ملّا غلام شرف الدین قابلِ ذکر ہیں۔[1]

فتاویٰ عالم گیری کی تدوین و تالیف میں شرکت:

ملّا فصیح الدین جعفری پھلواروی کے فضل و کمال، علمی اثر و رسوخ اور فتاویٰ عالم گیری کی تدوین و تالیف میں شرکت کا ذکر اکثر تذکرہ نگاروں نے کیا۔

آثارِ پھلواری شریف معروف بہ "اعیانِ وطن" میں حکیم شاہ محمد شعیب قادری مجیبی پھلواروی لکھتے ہیں:

ملّا فصیح الدیں جعفری پھلواروی نقشبندی قدس سرہ (آپ سلسلہ نقشبندیہ میں کسی عارف باللہ سے بیعت تھے اسی سبب آپ کے نام کے ساتھ (نقشبندی) کا لفظ بھی جڑا نظر آتا ہے) ملّا عوض وجیہ دہلوی کے شاگرد تھے ۔بڑے متبحّر عالم و فاضل تھے۔ عہدِ عالم گیری میں برابر دہلّی رہے اور فتاویٰ عالم گیری کی ترتیب و جمع میں شریک رہے۔ سلطان اورنگ زیب عالم گیر نے آپ کی علمی قابلیت اور جوہر ذاتی کی قدر کرتے ہوئے مددِ معاش میں ایک سو بیگھہ اراضی اور ایک روپیہ یومیہ خرچ روز مرّہ کے لیے دیا تھا ۔[2]

ڈاکٹر علاء الدین خان لکھتے ہیں؛

(۱)...ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل ۱۹۷۴ء، ص:۲۹۴۔۲۹۵

(۲)...آثارِ پھلواری شریف، ص:۱۱۰ مطبوعہ پھلواری۔

ملا فصیح الدین پھلواروی، یہ بہار کے قصبہ پھلواری سے تعلق رکھتے تھے۔ امیر عطااللہ جعفری کے پر پوتے تھے۔حصول علم کے لیے دہلی گئے اور ملّا وجیہ الدین کے حلقۂ درس میں شامل ہوگئے۔ دہلی میں ملّا جیون سے بھی استفادہ کیا اور اپنے استاذ ملّا وجیہ الدین کی وجہ سے اورنگ زیب کے دربار میں پہنچے اور اپنے علمی قابلیت کے باعث "فتاویٰ عالم گیری" کی تدوین میں شریک کیے گئے۔ [۱]

پاکستان کی ممتاز اسکالر ڈاکٹر مہر النساء کے بقول:

فتاویٰ عالم گیری کے مرتبین میں ہندوستان کے صوبۂ بہار کے مشہور قصبہ پھلواری کے ایک اہل علم بھی شامل تھے، جن کا نام ملا فصیح الدین ہے... آپ بڑے متبحر عالم تھے۔ عہدِ عالم گیری میں برابر دہلی رہے اور فتاویٰ عالم گیری کی ترتیب و جمع میں شریک رہے۔ [۲]

فتاویٰ عالم گیری کی تدوین و تالیف میں ملا فصیح الدین پھلواروی کی شرکت و شمولیت کا سب سے واضح ثبوت اور مضبوط دلیل شہنشاہ اورنگ زیب کا وہ فرمان ہے جو انہوں نے ملا فصیح الدین کے صاحب زادے ملّا صبیح الدین پھلواروی کے نام جاری کیا تھا۔ اس فرمان کے تحت صوبۂ بہار کے شاہی خزانہ سے ایک روپیہ یومیہ اور ایک سو بیس بیگھہ زمین پرگنہ پھلواری سے ملّا فصیح الدین کو عطا کی گئی تھی اور یہ انعام و اکرام آپ کو فتاویٰ عالم گیری کی تدوین و تالیف کی خدمت انجام دینے کے سبب ملا تھا۔

بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کی طرف سے جاری شاہی فرمان کا اصل فارسی متن یہ ہے:

"دریں وقت میمنت اقتران فرمان والا شان واجب الاذعان صادر شد کہ یک روپیہ یومیہ از خزانہ بلدۂ عظیم صوبۂ بہار و یک صد و بست بیگھہ اراضی از پرگنہ پھلواری مضافات صوبۂ بہار در مدد معاش بصلائے تدوین فتاویٰ (فتاویٰ عالم گیری) بنام ملا شیخ فصیح الدین مقرر بود۔ الحال بمتعلقان ملّا مذکور متوفیٰ بلاقید آسامی دیدہ و دانستہ حسب الضمن مقرر شد۔ [۳]

جناب عون احمد قادری اس فرمان کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

---

(۱)... عہد اورنگ زیب میں علما کی خدمات، ص: ۲۴۸، البلاغ، پبلشر، دہلی

(۲)... علمائے بہار کے علمی و دینی خدمات کا تحقیقی مطالعہ، ص ۴۴۸، کلّیہ معارف اسلامیہ، کراچی

(۳)... آثارات پھلواری شریف، حاشیہ ص: ۱۱۰ مطبوعہ پھلواری

یہ فرمان ملا فصیح الدین پھلواروی کے انتقال کے بعد (۱۱۱۹ھ) ۱۵/رجب دوشنبہ، ۱۱۲۰ھ میں تجدید کیا گیا تھا۔ ملا فصیح الدین کے نام اورنگ زیب کا جو فرمان تھا، اس میں فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں ان کی شرکت کا ذکر تھا مگر وہ ضائع ہوگیا۔ (۱)

سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے علاوہ ان کے فرزند شاہ عالم نے بھی ملا فصیح الدین پھلواروی کے لیے وظیفہ مقرر کیا تھا۔

سید غلام حسنین پھلواروی اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

چنانچہ شاہ عالم اول فرزند و جانشین اورنگ زیب عالمگیر نے از روئے فرمان مجریہ ۱۱۲۰ھ ملا فصیح الدین کے لیے وظیفہ مقرر کیا تھا جواز روئے پروانگی وبہ مہر " اخلاص خان" ملّا صاحب موصوف کے فرزندوں کو ملا تھا۔ اس کی عبارت مندرجہ ذیل ملاحظہ ہو:

"ملا مذکور (ملّا فصیح الدین پھلواروی) شاگرد اخوند ملا عوض وجیہ متوطن قصبہ پھلواری سرکار و صوبۂ بہار فاضل و متوکل است۔ نیم روپیہ یومیہ وبست بیگھہ زمین مددمعاش از سابق دارد و بحرج وفائی کند امیدوار از تفضلات و یومیہ مسجد بہ آں قصبہ بنا کردۂ جد مشار الیہ مقرر است۔ نیم روپیہ یومیہ بدستور اصل وبست بیگھہ زمین مزروع اضافہ مرحمت شد و نیم روپیہ یومیہ مذکور دیدہ ودانستہ"

اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملا فصیح الدین، شہنشاہ عالمگیر کے ہم عصر تھے اور فاضل متعارف تھے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ خاندان کئی پشت سے دربار شاہی سے متعلق تھا۔ (۲)

عقد نکاح- اولاد و احفاد:

ملا فصیح الدین پھلواروی کی شادی شاہ محمد امین بن جنید ثانی قدس سرہ کی دخترِ نیک اختر سے ہوئی۔ ان میں سے چار صاحب زادے (۱) ملّا صریح الدین (۲) ملّا صبیح الدین (۳) ملّا ملیح الدین (۴) ملّا سلیح الدین اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔

فرزند مولوی صبیح الدین کی شادی اسی خاندان میں ہوئی۔ ان سے دو بیٹے مولوی سراج

(۱)... فتاویٰ عالمگیری اور اس کے مؤلفین، ص:۱۲۵، تاج کمپنی، دہلی

(۲)... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۴۷، ص ۲۹۷، جلد:۵۹

الدین اور مولوی نصر الدین ہوئے۔ مولوی صبیح الدین اپنے والد کے بعد مسند تدریس پر بیٹھے اور بہت سے طالبینِ حق کو فائدہ پہنچایا۔ (۱)

آپ کے چاروں صاحبزادے علم وفضل کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ بالخصوص بڑے صاحب زادے ملا صبیح الدین پھلواروی صحیح معنوں میں اپنے والد کے علمی وروحانی جانشیں تھے۔

جناب عون احمد قادری لکھتے ہیں:

ملا فصیح الدین کے بڑے لڑکے ملا صبیح الدین ان کے بعد مسند تدریس پر بیٹھے اور بہت سے لوگوں نے ان سے علمی فیض حاصل کیا۔ ان کے بعد اس مسند پر ان کے بھانجے ملّا مبین جعفری بیٹھے جو بیک واسطہ استاذ الکل ملّا نظام الدین فرنگی محلی کے شاگرد تھے۔ ملا مبین کے بعد ملا فصیح الدین کی مسندِ درس کچھ دنوں خالی رہی۔ پھر ان کے بھائی ملّا معین کے پوتے مولانا حافظ عبدالغنی اس پر جلوہ افروز ہوئے اور ساٹھ برس تک اس مسند پر درس دیتے رہے۔ (۲)

وصالِ پُر ملال:

ملا فصیح الدین جعفری پھلواروی نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس، تعلیم وتلقین اور بندگانِ خدا کی ہدایت ورہنمائی میں بسر کی۔ حضرت امیر عطاء اللہ کی تعمیر کردہ سنگی مسجد سے متّصل مدرسہ میں آپ درس دیا کرتے تھے اور تشنگانِ علومِ ظاہر وباطن کو سیراب فرماتے تھے۔ افسوس کہ علم وحکمت اور فقہ وفتاویٰ کا یہ خورشیدِ درخشاں پوری زندگی اپنی روشنی بکھیرنے کے بعد ۱۱۱۹ھ میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حکیم سید شاہ محمد شعیب قادری مجیبی رقم طراز ہیں:

حضرت امیر عطاءاللہ قدس سرہ کی بنا کردہ مسجد (واقع پھلواری شریف) سے متعلق جو مدرسہ تھا، اس میں سب سے پہلے مدرس ملا فصیح الدین جعفری تھے۔ مسجد ومدرسہ کی تولیت آپ ہی کی ذمہ تھی۔ مسجد کے شمال جانب مدرسہ میں جو خانقاہ کے نام سے بھی مشہور تھا، آپ اس میں درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے چاروں صاحب زادگان (۱) ملّا صریح الدین (۲) ملّا صبیح الدین (۳)

(۱)... آثارِ پھلواری شریف، ص ۱۱۲

(۲)... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۴۷ء، ص: ۲۹۵

ملّا ملیح الدین (۴) ملّا سلیح الدین اور داماد قاضی حیات وملّا غلام شرف الدین بن مولوی عبد الغفور جعفری آپ کے ارشد تلامذہ سے ہیں ۔ بڑے بیٹے ملا فصیح الدین آپ کی مسند درس پر بیٹھے اور بہت لوگوں نے آپ سے علمی فیض حاصل کیا۔مسجد، مدرسہ اور خانقاہ کا یہ حصہ برابر علماو فضلا کی درسگاہ رہی ہے۔ملا فصیح الدین نے ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی۔بعد وصال مسجد سنگی پھلواری شریف کے شرقی جانب مقبرہ میں مدفون ہوئے۔رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ الیٰ یوم القیامۃ .[1]

مصنف تذکرۂ علمائے بہار نے آپ کی تاریخ وفات ۱۱۹۱ھ لکھا ہے، جو سراسر غلط اور سہوِ کتابت کا نتیجہ ہے۔

اظہارِ افسوس:

راقم الحروف طفیل احمد مصباحی عفی عنہ ۲۳/مارچ ۲۰۱۶ء بروز بدھ کو جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی سے محب گرامی جناب مولانا ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی دام ظلہ العالی (ساکن سارٹھ، دیوگھر، جھارکھنڈ) کی معیت ورفاقت میں پٹنہ، بہار کے سفر کے لیے روانہ ہوا ، یہ سفر ایک خالص علمی سفر تھا جو برسوں سے راقم کے دل میں مچلتے ارمان کا نتیجہ تھا۔یعنی ایشیا کی عظیم ترین لائبریری "خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری" پٹنہ، بہار اپنے مطلوبہ مواد کے حصول کے لیے جانا ہوا۔خدابخش لائبریری کے علاوہ مندرجہ ذیل مقامات اور یہاں کی لائبریریوں سے استفادہ بھی پیش نظر تھا۔

(۱) خانقاہ منعمیہ قمریہ، میتن گھاٹ، پٹنہ۔ (۲) خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، بہار

(۳) خانقاہ رحمانیہ، مونگیر، بہار۔ (۴) آستانہ بیت الانوار، گیا، بہار۔

قلت وقت کی وجہ سے آخر الذکر دونوں مقامات کی حاضری نہ ہوسکی۔سب سے زیادہ استفادہ خانقاہ منعمیہ قمریہ، میتن گھاٹ، پٹنہ، کی لائبریری سے کیا۔"منعمیہ لائبریری" پٹنہ بہار کی ایک عظیم لائبریری ہے ، جہاں جدید وقدیم کتب ورسائل کے علاوہ نادرو نایاب مخطوطات وقلمی نسخہ جات کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔خانقاہ اور لائبریری کے روحِ رواں بہار کی

(۱)...آثاراتِ پھلواری شریف، ص:۱۱۰، مطبوعہ پھلواری

مشہور علمی و ادبی شخصیت جناب پروفیسر سیّد شمیم الدین احمد منعمی دام ظلہ العالی ہیں۔ آپ نے احقر کی ضیافت اور مہمان نوازی کا حق ادا کردیا اور اپنی گراں قدر لائبریری سے خوب خوب فائدہ اٹھانے کا سنہرا موقع عنایت کیا۔ موصوف کی علمی، ادبی، تحقیقی اور جمالیاتی ذوق سے فقیر بہت متاثر ہوا۔ تاریخ، تحقیق اور خطابت کے میدان کے آپ شہ سوار ہیں۔ کسی بھی علمی، تاریخی موضوع پر مسلسل اور بے ضغطۂ زبان کے روانی کے ساتھ بولے چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے آپ کے علم و عمل اور اقبال میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

مشائخ پھلواری بالخصوص ملا فصیح الدین پھلواروی علیہم الرحمہ کے مزارات کی زیارت اور فاتحہ خوانی کے غرض سے ۲۹ ؍مارچ ۲۰۱۶ء کو پھلواری شریف جانا ہوا۔ مشائخ پھلواری کے مزارات کی زیارت اور فاتحہ خوانی سے مشرف ہوا۔ شہرِ خموشاں کے اس ہجوم میں ملا فصیح الدین پھلواروی کا روضۂ اقدس نظر نہیں آیا۔ امارت شرعیہ، پھلواری کے ایک مولوی صاحب سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کی قبر "سنگی مسجد" کے قریب ہے۔ بذریعہ رکشا، سنگی مسجد (پھلواری کی جامع مسجد) پہنچا۔ یہ وہی مسجد ہے جسے ملا فصیح الدین کے مورث اعلیٰ امیر عطاء اللہ جعفری نے بنوایا تھا۔ یہ مسجد حسن و دلکشی، تزئین و آرائش اور قدیم طرز تعمیر کا ایک حسین اور جاذب نظر نمونہ ہے۔ مسجد دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ ظہر کی نماز اسی مسجد میں ادا کی۔ لیکن افسوس صد افسوس! مسلسل ایک گھنٹہ کی تلاش و جستجو اور لوگوں سے دریافت کرنے کے باوجود ملا فصیح الدین کی قبر پاک کا علم نہ ہوسکا۔ مسجد سے متّصل قبرستان میں فاتحہ پڑھنے اور ملا موصوف کی روح کو ایصال ثواب کرنے کے بعد بڑی حسرت و یاس کے عالم میں پھلواری سے واپس ہوا۔

فارسی منقبت در شان ملا فصیح الدین پھلواوی:

ملا فصیح الدین جعفری پھلواروی کی شان میں لکھی ہوئی مولوی امان علی ترقی پھلواروی کی ایک شان دار فارسی منقبت کتاب آثاراتِ پھلواری شریف سے ہدیہ قارئین ہے:

فصیح الدین نامی عالمے بود — وجود او سراپا بود محمود
بعلم وباعمل مشہور آفاق — سرو سر حلقۂ مبرور آفاق

تبحر بسکہ او در علم می داشت علَم بر لامکاں از علم افراشت
عوض ابن وجیہ استاد او بود بدہلی اکتساب علم فرمود
مریدِ خاندانِ نقشبندی مبرّا خاطر از چوں و چندی
براہ فقر بس ثابت قدم بود بکس دل را نہ بستہ غیر معبود
مقری داشت دیہے چند آباد زرش را صرف کر دے بادلِ شاد
زانعامات عالَم گیر عادل فراغ خاطر اوکشت حاصل
زاسباب معیشت ہرچہ باید قلم اندر حسابش در نیاید
بفلواری کہ ہست از علم معدن زاجدادش قدیمی بود مسکن
دراں جا مسجدے پاکیزہ بنیاد بِناکردست چابک دست استاد
زسنگِ سرخ گردیدہ مؤسّس توگوئی ہشت چوں بیتِ مقدس
چنیں مسجد کہ برروئے زمین است یقین می داں کہ بیت اللہ ایں است
زہجرت نہ صد و پنجاہ وشش بود کہ تعمیرش عطآء اللہ فرمود
بشرق مسجد پاک است واقع مزار عالیش ساطع ولا مع
شمالش بود یک دالان خشتی بہ پیش او خجل قصرِ بہشتی
برائے طالبانِ علم آنجا مکانہائے دگر ہم بود زیبا
بسے از طالبانِ علم بودند کہ کسب علم از وے می نمودند
زماکولات و مشروبات وپوشاک نمودے خدمت شان عالم پاک
دراں دالان نشستے بہرِ تدریس
کتب بنہا دہ باشان ہم چوں ادریس

(ماخوذ از: آثاراتِ پھلواری، ص: ۱۱۱، ۱۱۲)

مُلّا محمد شفیع عثمانی گیاوی

کسی بھی مقام کی عظمت کا اندازہ اس کی تاریخی قدامت اور اس کی علمی، مذہبی حیثیت سے لگایا جاتا ہے۔ ضلع گیا، صوبۂ بہار کا ایک مردم خیز اور علمی و روحانی شہر ہے، جو اپنے اندر تاریخی قدامت کے ساتھ علمی، ادبی، مذہبی اور مرکزی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ اس شہر کو سینکڑوں علما و مشائخ، ادبا و شعرا اور محققین و مفکرین کا مسکن بننے کا شرف حاصل ہے۔ مسلم علما و مشائخ کی بدولت اسے شہرت و مقبولیت حاصل ہونے کے علاوہ اس کی بنیادی شہرت اور قدر و منزلت کا سبب "گوتم بدھ" کی ذات ہے۔ جنھیں بدھ دھرم کے مطابق اسی گیاؔ کی سر زمین پر گیانؔ یعنی "عرفان حق" حاصل ہوا تھا۔ ملک و بیرون ملک سے زائرین یہاں آتے ہیں اور اپنی عقیدت کا ثبوت دیتے ہیں۔ ہندستان کی مشہور یونیور سٹی "مگدھ یونیور سٹی" بھی اس کی شہرت کا ایک سبب ہے۔ ضلع گیا زمانۂ قدیم سے علم و حکمت اور عرفان و روحانیت کے لیے مشہور رہا ہے۔ شہر گیاؔ کے لیے جو سب سے زیادہ فخر و مباہات کی بات ہو سکتی ہے، وہ یہ ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانے میں "فتاویٰ عالم گیری" کے نام سے جو عظیم فقہی کتاب ہندوستان کے جیّد و منتخب علما و فقہا نے مرتّب و مدوّن فرمایا، اس کے مؤلفین میں شہر گیا کے ایک دو نہیں بلکہ چار چار نادر روز گار علما و فضلا شریک تھے۔ پورے ہندوستان میں یہ خصوصیت اور اعزاز و افتخار صرف جونؔ پور اور گیاؔ کو حاصل ہے کہ بیک وقت اس کے چار چار جیالوں نے اس مایۂ ناز کتاب کی ترتیب و تالیف میں حصہ لیا۔ شعر و ادب کے آسمان میں ضلع گیا کے سینکڑوں ادبا و شعرا ماہ و نجوم بن کر چمکے اور آج بھی چمک رہے ہیں۔ شہر گیا کے علمی و روحانی خانوادوں میں دیورہؔ اور امتھواؔ مشہور و معروف خاندان ہیں، جن میں ارباب شریعت و طریقت کثرت سے پیدا ہوئے۔ ضلع بھاگل پور (جو راقم الحروف طفیل احمد مصباحی کا وطن مالوف ہے) کے بلند پایہ بزرگ سلطان العارفین شیخ شہباز محمد بھاگل پوری علیہ الرحمۃ کا نسبی اور وطنی تعلق سادات دیورہؔ، گیا سے ہے۔ اسی طرح گیاؔ کا نامی گرامی اور مقتدر علمی و

روحانی خانوادہ قصبہ امتھوآ ہے، جو اپنی علمی وجاہت اور روحانی شوکت و اقتدار کے سبب "حضرت" کے خطاب سے یاد کیا جاتا رہا اور شاہی فرامین میں اسے "حضرت امتھوآ" لکھا گیا۔

مولانا سید طٰہٰ اشرف صاحب امتھوی لکھتے ہیں:

جہان آباد (موجودہ گیا) اسٹیشن سے سات میل جانب مشرق "امتھوا" نام سے ایک قدیم آبادی ہے جو بڑے بڑے علما و فضلا کا مسکن رہی ہے۔ اس امر کا اب تک کوئی ثبوت نہیں مل سکا کہ یہ آبادی کس وقت سے قائم ہے اور یہاں مسلمانوں کا قدم کب پہنچا؟ لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ یہ جگہ مسلمانوں کو بڑی جاں بازیوں اور سرفروشیوں سے حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ اس علاقہ میں شہدا کے مزارات بکثرت ہیں اور ان میں سے اکثر اکابر علما و صوفیا ہیں۔ تاہم شیر شاہ سوری کے عہد کے ایک سنگی کتبہ سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ چار سو، یا سوا چار سو برس سے بھی پیش تر مسلمان یہاں آباد ہو چکے تھے۔ یہ مردم خیز خطہ اپنے فضائل و کمالات، علومِ ظاہری و باطنی کے باعث سلاطینِ ہند کی توجہ کا مرکز رہا۔ چنانچہ امتھوآ کو "حضرت" کا خطاب ملا اور شاہی فرامین میں اسے "حضرت امتھوا" لکھا گیا۔ اس علمی خانوادہ کے اکابر علما و صوفیا نے کم و بیش ساڑھے تین سو برس علمی خدمات انجام دی ہیں اور جس خانوادے کے چار چار عما و فضلا "فتاویٰ عالمگیری" جیسی مستند اور مشہور فقہی کتاب کی جمع و تالیف میں شریک رہے ہیں اور جس کے بعض افراد موجودہ عہد (۱۹۳۶ء) تک دنیائے علم میں ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ (۱)

ولادت اور تعلیم و تربیت:

جامعِ علوم و فنون، مجموعۂ محاسن حضرت ملّا محمد شفیع عثمانی گیاوی علیہ الرحمۃ ضلع جہان آباد (موجودہ گیا) بہار کے نہایت مشہور و ممتاز علمی خطہ "امتھوا" میں پیدا ہوئے۔ آپ عہد اورنگ زیب عالم گیر کے ایک جیّد اور ممتاز عالم دین تھے۔ مروّجہ علوم و فنون میں مرتبۂ اجتہاد پر فائز تھے۔ علوم و فنون میں مہارت کے سبب "مولوی معنوی" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ فقہ و افتا کے رموز و اسرار پہ گہری نظر تھی اور عہدۂ قضا کے ایک بلند پایہ قاضی و مفتی تھے۔ آپ کے درس تدریس کی بڑی شہرت تھی۔ دور دراز مقامات سے تشنگان علوم آپ کی درسگاہ میں حاضری

(۱)... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۳۶ء، ص: ۲۷۷ـ۲۷۸

دیتے اور اپنی علمی و روحانی تشنگی بجھاتے۔ شہنشاہِ ہند اورنگ زیب عالم گیر جیسے ماہرِ علم وفن آپ کے علمی فیضان سے مالامال ہوتے اور وقت ضرورت استصواب رائے کرتے۔ موضع امتھوا کی مسجد سے متّصل حجرے میں بیٹھ کر طلبۂ علومِ اسلامیہ کو علم و حکمت کا جام بھر بھر کر پلاتے۔ مغل شہزادگان کی اتالیقی و معلمی کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ شیخ ابراہیم بن شیخ عبدالباری مراد آبادی سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت و خلافت حاصل تھی۔

ذیل کے یہ دو اقتباس ملاحظہ کریں:

(۱) مولانا محمد شفیع عثمانی گیاوی علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے جیّد عالم دین اور ماہر خوش نویس تھے۔ اسنادِ سلاطین اور فرامینِ شاہی میں آپ کو "مولوی معنوی" جیسے خطاب سے مخاطب کیا گیا۔ آپ بحیثیت معلم و اتالیق دربار دہلی سے بھی منسلک رہے اور عہدۂ قضا پر بھی فائز کیے گئے۔ آپ کا مشغلہ درس و تدریس تھا۔ مسجد سے متّصل ایک حجرہ میں بیٹھ کر طلبہ کو عربی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ آپ کو بیعت و خلافت حضرت شیخ ابراہیم بن شیخ عبدالباری مراد آبادی سے سلسلۂ قادریہ میں حاصل تھی۔[1]

(۲) حضرت مولانا محمد شفیع عہد عالم گیر میں بڑے پایہ اور بلند رتبہ کے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کا علم و فضل خاص و عام میں مشہور تھا۔ بادشاہ عالم گیر (اورنگ زیب) کو آپ سے خاص عقیدت تھی۔ خود شاہزادگان والا تبار شرف قدم بوسی کے لیے آپ کے آستانے پر حاضر ہوتے تھے۔[2]

شجرۂ نسب:

مولانا محمد شفیع عثمانی گیاوی جدّی سلسلۂ نسب کے اعتبار سے "شیخ عثمانی" ہیں اور نانہالی رشتے سے آپ "حسنی و حسینی سید" ہیں۔ نانہالی رشتے سے آپ کا سلسلۂ نسب گیارہویں پشت میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔ البتہ علوم باطنی اور سلوک و طریقت کی تعلیم اپنے ماموں ملک العلماء، سلطان العرفاء حضرت میران محی الدین قلندر قادری علیہ الرحمۃ

(۱)... شرفا کی نگری یعنی تذکرہ صوفیۂ بہار، ۲/۹۳، نظامی اکیڈمی، کراچی

(۲)... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۰

سے حاصل کی۔ ممکن ہے کہ آپ نے ان سے علومِ ظاہری میں بھی استفادہ کیا ہو۔ ملا شفیع عثمانی گیاوی کی فکر و شخصیت کو نکھارنے اور انھیں مجموعۂ فضائل و کمالات بنانے میں آپ کے ماموں شیخ محی الدین قلندر کا بہت بڑا ہاتھ تھا، جو اپنے وقت کے مشہور عالم و صوفی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ملا شفیع گیاوی علیہ الرحمۃ جہاں اپنے وقت کے عظیم المرتبت عالم و فاضل اور مفتی و قاضی تھے، وہیں ایک بلند رتبہ کے مالک شیخِ طریقت، عارفِ کامل اور صاحبِ تصرف و کرامت بزرگ بھی تھے۔[1]

خاندانی حالات:

ملّا محمد شفیع عثمانی گیاوی کے جدِّ اعلیٰ خواجہ محمود غزنوی علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے ولیِ کامل، صوفیِ مرتاض اور مشہور عابد و زاہد تھے۔ خواجہ محمود، حضرت بندہ نواز گیسودراز علیہ الرحمۃ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ بغداد کے رہنے والے تھے، بغداد سے غزنی تشریف لائے۔ بعد ازاں سرہند اور دہلی کی سیر کرتے ہوئے صوبۂ بہار وارد ہوئے اور موضع جگن بیگھہ نزد کاکو، جہان آباد (گیا، بہار) میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ کی اولاد میں بڑے بڑے علما و فضلا اور صلحا و مشائخ پیدا ہوئے۔ آپ کی اولاد و احفاد میں سے بعض نے سرہند اور بعض نے دہلی میں مستقل بود و باش اختیار کر لی۔ بعد میں یہ خاندان جگن بیگھہ سے امتھوا، جہان آباد (موجودہ گیا، بہار) منتقل ہو گئے۔ ملّا محمد شفیع عثمانی جہان آبادی ثم گیاوی، خواجہ محمود غزنوی کے خاندان کے ایک باکمال فرد، معزز چشم و چراغ اور اپنے خانوادہ کی علمی و روحانی روایات کے سچے نشین تھے۔ آپ کی بدولت اس خاندان کو بڑی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی اور آپ کے وطن مالوف "امتھوا" کو "حضرت امتھوا" بننے کا اعزاز و افتخار نصیب ہوا۔

شجرۃ الاصل النورانیہ، فارسی زبان میں ایک اہم سوانحی کتاب ہے جس میں ملا شفیع کے علاوہ آپ کے آباء و اجداد اور دیگر خاندانی مشائخ و افراد کا تذکرہ موجود ہے۔

ذیل کا اقتباس ملاحظہ کریں:

بہ تحقیق پیوستہ کہ حضرت ایشاں (خواجہ محمود غزنوی) از حضرت بغداد بہ غزنی نزول

(۱)...تذکرہ صوفیۂ بہار، جلد دوم، ص: ۲۸۳، نظامی اکیڈمی، کراچی۔

فرمودند واز آں جا بسر ہند و از آں جا بدہلی واز آں جا بہ حضرت بہار نمودند کہ بعضے از ایشاں در سرہند اقامت دارند و بعضے در دہلی۔ چنانچہ مسجد کلانی معروف بہ "کالی مسجد" کہ در دہلی الی یو منا ہذا بر دروازۂ ترکمان واقع است، بنا کردۂ بزرگان ایں خاندان است۔ (۱)

ملا شفیع عثمانی کے والدِ بزرگ وار شیخ محمد شریف بڑے عابد و زاہد اور نیک سیرت انسان تھے۔ ولایت اور روحانیت میں اپنے جد اعلیٰ خواجہ محمود غزنوی کے عکس جمیل تھے۔ ملا شفیع کا شجرۂ نسب سات واسطوں سے خواجہ محمود غزنوی (خالہ زاد بھائی بندہ نواز گیسو دراز) تک پہنچتا ہے، جو حسب ذیل ہے:

محمد شفیع بن شریف محمد خواجہ تاج الدین بن خواجہ حسن بن خواجہ بڑے صوفی بن خواجہ بایزید بن خواجہ احمد بن خواجہ محمود غزنوی عثمانی علیہم الرحمہ۔ (۲)

سیّد محمد طٰہٰ اشرف امتھوی لکھتے ہیں:

حضرت خواجہ محمود غزنوی کا سلسلۂ نسب خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ شاہی کی پشت پر آپ کو "شیخ عثمانی" لکھا گیا ہے۔ لیکن ازدواجی تعلقات حضرت خواجۂ خواجگان معین الدین چشتی اجمیری، حضرت نظام الدین اولیا اور حضرت سیدنا عبدالقادر رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین سے ملتا ہے۔ (۳)

شیخ شریف محمد (والد ملا شفیع عثمانی گیاوی) کے تین صاحب زادگان تھے۔

(۱) شیخ محمد رضا (۲) پیر محمد متوکل (۳) ملا محمد شفیع (یکے از مؤلفینِ فتاویٰ عالم گیری) (۴)

ملا شفیع کے صاحب زادے قاضی بدیع الزماں بڑے پایہ کے عالم اور جلیل القدر فاضل و مفتی تھے اور علمی جاہ و جلال میں اپنے والد کے جانشیں تھے۔ (ان کا تذکرہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں)۔

ماضیِ قریب کے مشہور ادیب و نقاد اور اپنی جارحانہ و بے لاگ تنقید سے ایوان ادب

(۱)... ماہ نامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل ۱۹۳۶، ص: ۲۸۱

(۲)... شرفا کی نگری/تذکرہ صوفیۂ بہار، ۲/ ۹۴، نظامی اکیڈمی، کراچی

(۳)... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۲

(۴)... تذکرۂ صوفیہ، بہار، ۲/ ۹۴، نظامی اکیڈمی، کراچی۔

میں بھونچال پیدا کرنے والی شخصیت پروفیسر کلیم الدین احمد خاندان ملّا شفیع کے ایک عظیم محقق اور نامور ادیب و نقّاد تھے۔

غرض کہ خواجہ محمود غزنوی اور ملا شفیع عثمانی کا خانوادہ صوبۂ بہار کا ایک قدیم اور مشہور علمی خانوادہ ہے، جس کے علما و فضلا اور ادبا و محققین نے ہر دور میں دین و مذہب اور علوم و فنون کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

فتاویٰ عالم گیری کے مولفین میں ملّا شفیع عثمانی گیاوی، مولانا سیّد محمد فائق، ملّا وجیہ الرب اور ملّا محمد اکرام قدس سرہم ضلع گیا، بہار کے نام قیامت تک زندہ و تابندہ رہیں گے اور لوگوں کو اپنی عظمت و رفعت اور قدر و منزلت کا احساس دلاتے رہیں گے۔

شاہی دربار سے مولوی معنوی کا خطاب:

ملّا محمد شفیع عثمانی گیاوی علیہ الرحمۃ کا علمی پایہ بہت بلند تھا۔ آپ عہدِ اورنگ زیب عالمگیر کے جامعِ شریعت و طریقت عالمِ دین تھے۔ تصوف و روحانیت میں درجۂ کمال پر فائز تھے۔ صحیح معنوں میں جن مایۂ ناز اور فخرِ روزگار شخصیات کو "مجمع البحرین" کہا جاتا ہے، ملّا شفیع ان میں سے ایک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہانِ وقت آپ کی علمی و روحانی عظمتوں کے قائل اور آپ کے مدّاح و شیدا تھے۔ بادشاہ اورنگ زیب کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ علاوہ ازیں آپ کے صاحب زادگان شرفِ قدم بوسی کے لیے ان کی بارگاہ میں عقیدت و احترام کے ساتھ حاضری دیتے اور آپ کے فیوض و برکات سے مالامال ہوتے۔ آپ کے علم وولایت کا ہر طرف شہرہ تھا۔ آپ کی علمی وجاہت اور عظمت و روحانیت کا ایک جہاں معترف ہے۔

شجرۃ الاصل النورانیہ میں ہے کہ:

مولانائے ما (محمد شفیع) اشتہارِ عالم دارند۔ بادشاہ عالم گیر (اورنگ زیب) رجوع با اوداشت و فرزندان وے برائے زیارت وے رسیدہ بودند۔[1]

یعنی ملا محمد شفیع عالمی شہرت رکھتے تھے اور بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر دینی و دنیاوی امور میں ان کے جانب رجوع کرتے تھے۔

(۱)...ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۳۶ء، ص:۲۸۱

سید محمد طٰہٰ اشرف امتھوی کے بقول:

مولانا محمد شفیع عہدِ عالم گیری کے ممتاز اور باصفا عالم تھے۔ عالم گیر کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ اکثر شاہ زادگان بھی فیض و برکت کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ [1]

آپ کی علمی عظمت اور کمالِ روحانیت کا اعتراف کرتے ہوئے شاہانِ وقت نے آپ کو "مولوی معنوی" جیسے معزز خطاب سے نوازا۔ آپ نے طویل عمر پائی۔ متعدّد بادشاہوں کا عہد پایا۔ شہنشاہ اورنگ زیب کے علاوہ دیگر سلاطین وقت بھی آپ کے بڑے قدرداں اور آپ کے فضائل و محاسن کے معترف تھے۔ ایک شاہی فرمان جس پر مختلف بادشاہوں کی تیرہ (١٣) مہر ہیں، یہ عبارت درج ذیل ہے:

بدستور قدیم ممنوعہ علائق درگاہ... حضرت فضیلت وکمالات دستگان "مولوی معنوی" ملا محمد شفیع سلمہ اللہ تعالیٰ۔ [2]

فتاویٰ عالم گیری کی تدوین و تالیف میں شمولیت :

ملّا محمد شفیع عثمانی گیاوی علیہ الرحمۃ کی " فتاویٰ عالم گیری" کی تدوین تالیف میں شرکت، مستند تاریخی دستاویز سے ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کو مؤلفینِ فتاویٰ عالم گیری میں شمار کیا ہے اور مجلسِ تدوین کے ایک اہم رکن کی حیثیت سے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ کتاب "شجرۃ الاصل النورانیہ" اس سلسلے میں پہلی کتاب ہے جس میں ملّا موصوف کے فضائل و مناقب، علمی کمالات، روحانی مراتب کے علاوہ مؤلفینِ فتاویٰ عالم گیری کی حیثیت سے آپ کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب آج سے ایک سو پچیس سال قبل فارسی زبان میں لکھی گئی تھی۔ اس کا قلمی نسخہ آج تک ملّا شفیع کے خاندان میں موجود ہے۔

اسی کتاب کی روشنی میں جناب مولانا سید محمد طٰہٰ اشرف امتھوی (گیاوی) نے ایک مبسوط تحقیقی مقالہ قلم بند فرمایا اور " ماہنامہ معارف" اعظم گڑھ کے شمارہ اپریل و مئی ١٩٣٦ء میں شائع کروایا۔ مولوی مجیب اللہ ندوی نے اسی مقالے کو قدرے حذف و تصرف کے ساتھ

(١)...فتاویٰ عالم گیری اور اس کے مؤلفین: ص: ١١٧، تاج کمپنی، دہلی

(٢)...ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ١٩٣٦ء، ص: ٢٨٥

اپنی کتاب " فتاویٰ عالم گیری اور اس کے مؤلفین " میں شامل کیا ہے۔

جناب مولانا سیّد محمد طٰہٰ اشرف کے مقالے کا وہ حصہ جو موضوع سے متعلق ہے، ہدیۂ قارئین ہے:

حضرت سلطان اورنگ زیب عالم گیر غازی نے آپ کی قدر و منزلت میں مختلف فرامین کے ذریعہ آپ کے خانقاہ اور مدرسہ کے خرچ کے لیے بڑی جاگیریں عنایت فرمائیں، اور ایک چھوٹی سی مسجد اور اس سے ملحق ایک چھوٹا سا حجرہ آپ کی عبادت کے لیے تعمیر کر دیا تھا جو اب تک موجود ہے، اگر چہ تباہ حال ہے۔

آپ کی تصانیف سے کوئی چیز موجود نہیں، زمانے کی دست بردنے آپ کی اور اس خاندان کے دیگر علما و فضلا کی تصنیفات اور دوسرے قیمتی نوادر کو ضائع کر دیا، صرف آپ کا ایک زندہ و جاوید علمی کارنامہ آپ کے علم و کمال کی یاد گار کہا جا سکتا ہے اور وہ "فتاویٰ عالمگیری" کی جمع و تالیف میں آپ کی شرکت ہے۔

حضرت سلطان اورنگ زیب عالم گیر نے جمع و تالیف فتاویٰ عالم گیری میں آپ کی خدمات بھی حاصل کی تھیں۔ پہلے ایک روپیہ بارہ آنہ یومیہ وظیفہ مقرر تھا پھر یومیہ وظیفہ کے عوض ایک سو تین بیگھہ اراضی پرگنہ اوکری میں عطا ہوئی جس کی سند شاہی موجود ہے اور جس کی پشت پر تفصیل سے ان باتوں کا ذکر ہے اور یہ جائداد بھی اب تک آپ کے خاندان میں بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہے۔[۱]

سید قیام الدین نظامی فردوسی نے اپنی مایۂ ناز تصنیف " شرفا کی نگری معروف بہ تذکرہ صوفیۂ بہار " میں ملا محمد شفیع عثمانی گیاوی علیہ الرحمۃ کے علاوہ صوبۂ بہار کے مندرجہ ذیل سات علما و فقہا کا تذکرہ کیا ہے، جو فتاویٰ عالم گیری کی تدوین و تالیف میں شریک رہے اور اپنی گراں قدر خدمات پیش کیں۔

چنانچہ سید قیام الدین فردوسی لکھتے ہیں:

جب سلطان محی الدین اورنگ زیب عالم گیر نے "فتاویٰ عالم گیری" کی تالیف و تدوین

(۱)... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۵/۲۸۶

کا قصد کیا تو ملک کے طول و عرض سے بڑے بڑے علمائے وقت کو دعوت دے کر دہلی طلب کیا۔ یہ ایک بڑا دینی اور تاریخی اہمیت کا حامل کام تھا، جس کو اورنگ زیب عالمگیر جیسے اسلام پسند سلطان نے اپنے دورانِ حکمرانی میں مکمل کرایا۔ اس کو "فتاویٰ عالم گیری" اور "فتاویٰ ہندیہ" بھی کہتے ہیں۔ اس کتاب کو برّ صغیر کے جیّد علمائے وقت کی ایک کمیٹی نے باہمی مشاورت اور اجتماعی کوششوں سے مرتب کیا۔ اس کام کے لیے صوبۂ بہار سے بھی علما کی ایک بڑی جماعت کو دہلی بلایا گیا۔ جن میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) ملا محمد شفیع عثمانی	ساکن موضع امتھوا، ضلع، گیا
(۲) مولانا نظام الدین	ساکن موضع امتھوا، ضلع، گیا
(۳) ملا سید محمد فائق	ساکن موضع امتھوا، ضلع، گیا
(۴) مولانا عنایت اللہ	ساکن ضلع مونگیر
(۵) مولانا شیخ رضی الدین	ساکن ضلع بھاگل پور
(۶) ملا فصیح الدین جعفری	ساکن پھلواری، پٹنہ
(۷) ملا محمد اکرم بہاری	

ملا شفیع عثمانی علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے جیّد عالم اور ماہر خوش نویس تھے۔ اسنادِ سلاطین اور فرمانِ شاہی میں آپ کو "مولوی معنوی" جیسے خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔ آپ بحیثیت معلم و اتالیق دربار دہلی سے منسلک رہے۔ اور عہدۂ قضا پر بھی فائز کیے گئے۔ آپ کا مشغلہ درس و تدریس تھا۔ موضع امتھوا کی مسجد سے متّصل ایک حجرہ میں طلبہ کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ آپ کو بیعت و خلافت حضرت شیخ ابراہیم بن شیخ عبدالباری مرادآبادی سے سلسلۂ قادریہ میں تھے۔ چونکہ شاہانِ مغلیہ کو مولویِ معنوی حضرت مولانا محمد شفیع سے خاص عقیدت تھی، اس لیے شاہ زادگان آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر نے اپنے عہدِ حکومت کے گیارہویں سال میں تالیف و تدوین اور جمع فتاویٰ عالم گیری کے لیے علما کی جو کمیٹی بنائی گئی تھی اس میں آپ بھی شامل تھے۔[1]

(۱)... شرفا کی نگری/ تذکرہ صوفیۂ بہار، ۲/۹۳، نظامی اکیڈمی، کراچی

ڈاکٹر علاء الدین خان لکھتے ہیں:

مولانا محمد شفیع کا شمار عہد عالم گیری کے ممتاز علما میں ہوتا تھا۔ یہ دربارِ شاہی میں معلم اور اتالیق تھے اور جب فتاویٰ عالم گیری کا کام شروع ہوا تو ان کی خدمات بھی حاصل کی گئیں اور ایک روپیہ بارہ آنے یومیہ وظیفہ مقرر ہوا۔ پھر یومیہ وظیفہ کے بجائے ۱۲۰ر بیگھہ اراضی پرگنہ اوکری میں دے دی گئی۔ ان کی پیدائش کے متعلق تذکروں میں کچھ نہیں ملتا۔ تعلیم وتربیت سے متعلق بھی کوئی جانکاری نہیں مل سکی۔ البتہ باطنی علوم ومعارف کی تکمیل اپنے ماموں حضرت پیران پیر محی الدین قلندری کی خدمت میں کی۔ ایک شاہی فرمان کے مطابق آپ کو "فتاویٰ عالم گیری" میں شرکت کے لیے وظیفہ اور اراضی دی گئی۔[1]

ملا محمد شفیع گیاوی، ایک صاحب تصرف وکرامات بزرگ :

مؤلفِ فتاویٰ عالم گیری ملا محمد شفیع عثمانی گیاوی علیہ الرحمۃ جتنے بڑے عالم وفاضل اور مفتی و فقیہ تھے، اتنے ہی بڑے عابد وزاہد، ولیِ کامل اور صاحبِ تصرّف وکرامات بزرگ بھی تھے۔ آپ کی علمیت وولایت میں کوئی کلام نہیں ۔ مولوی معنوی اور مخدوم جیسے بھاری بھرکم خطاب والقاب سے آپ کو یاد کیا گیا ہے۔

"شجرۃ الاصل النورانیہ" میں آپ کے روحانی کمالات، کراماتِ ظاہرہ اور تصرّفاتِ باہرہ سے متعلق مختصر مگر جامع انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

چنانچہ صاحبِ شجرۃ الالنورانیہ لکھتے ہیں:

بدعوتِ او کرامتِ عجیبہ ظاہر گردیدہ وکراماتِ ظاہرہ وتصرفاتِ باہرہ او کہ ایں زماں دیدہ ، اظہر من الشّمس ہستند۔ چہ حاجت کے مدحتِ وے کنم، کور چشمان راہم نصیبہ از افادۂ عام وے حاصل است، مگر عقیدہ شرط است۔ منکرانِ بدبختان رااز مخدوم جہاں چہ عقیدہ است کہ نصیبہ آں حضرت حاصل باشد۔[2]

آپ کی دعا سے عجیب وغریب کرامتوں کا صدور ہوتا، آپ کی کراماتِ ظاہرہ اور تصرفاتِ

(۱)... عہد اورنگ زیب میں علما کی خدمات، ص:۲۵، ناشر: البلاغ پبلیکیشنز، دہلی

(۲)... بحوالہ ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۳۶ء، ص:۲۸۱، جلد:۳۷

باہرہ جن کا مشاہدہ اس دور میں کیا گیا ہے، بالکل جگ ظاہر اور اظہر من الشمس ہیں۔ میری کیا مجال اور اس کی کیا ضروت کہ آپ کی تعریف و توصیف کریں۔ حال یہ ہے کہ کور چشم اور کم نظر افراد کو بھی آپ کے فیوض و برکات سے حصہ ملا ہے۔ عقیدہ و عقیدت شرط ہے اولیاء اللہ اور ان کی کرامتوں کے منکر بد بختوں کو جب حضرت مخدوم جہاں (مراد ملا محمد شفیع گیاوی) سے عقیدت و ارادت ہی نہیں انھیں حضرت کے فیوض و برکات سے کیا خاک حصہ ملے گا۔

مندرجہ بالا اقتباس کی سطر سطر سے آپ کی کرامت و روحانیت اور تصرف پر روشنی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے آپ کے فیوض و برکات سے اس گنہگار فقیر طفیل عفی عنہ کو بھی مالا مال فرمائے۔ آمین۔

وفاتِ حسرت آیات:

آپ کی پوری زندگی درس و تدریس، عبادت و ریاضت اور بندگان خدا کی ہدایت و رہنمائی میں گزری اور اپنی زندگی کی ایک سو سے زائد بہاریں دیکھ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون .

آپ نے بڑی لمبی عمر پائی، ۱۰۸۴ھ تک بقیدِ حیات تھے۔ سن ولادت کی طرح آپ کے سن وفات کا ذکر بھی تذکرہ و سوانح کی کسی کتاب میں نہیں ملتا۔

مولوی مجیب اللہ لکھتے ہیں:

سن وفات کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملتی۔ ملا شفیع کے خاندان والے ان کے سالانہ عرس کی جو رسم ادا کرتے ہیں، اس سے اتنا پتا چلتا ہے کہ ان کی تاریخ وفات ۱۱/ شوال ہے۔ ملفوظاتِ گنج رشیدی اور سندِ شاہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ سو سال سے زائد عمر پائی اور ۱۰۸۴ھ تک زندہ رہے۔[1]

مولانا سید طٰہٰ اشرف امتھوی اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

آپ کا سنہ وفات اور سنہ ولادت بھی معلوم نہیں، لیکن مشہور عالم و صوفی و شاعر مولانا عبد العلیم صاحب آسی گورکھ پوری حضرت مولانا شاہ ظہور الحسن صاحب قادری علیہ الرحمۃ کے وقت

(۱)… فتاویٰ عالم گیری اور اس کے مؤلفین، ص:۱۱۹

میں یہاں آئے تھے۔ تو مزار مبارک پر بھی حاضری دی اور دیر تک مراقبہ میں رہے۔ وہ آپ کے علومِ مرتبت کا حال پہلے سے جانتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے خاندانی سفینہ "ملفوظات گنج رشیدی" کے حوالہ سے کچھ تذکرہ لکھوادیا جو درج ذیل ہے:

"ملفوظہ، ملا محمد شفیع ساکن امتھوا کہ عمر یک صد و یک سالہ داشتہ اند، در شادی میر مہدی پسر حضرت میر محمد باقر پٹنوی قدس سرہ و حضرت پیرودستگیر تشریف بردہ بودند، بحضور پیر دستگیر یعنی حضرت قطب عالم ابی الکشف بدرالحق قدس سرہ گفتند کہ فقیرے صاحب کماں نزد قطب الاقطاب یعنی حضرت قطب عالم حضرت ابی الکشف بدرالحق آمدہ بود و گفت از شما خدا خواہد پر سید کہ ازین جہاں چہ تحفہ آوردید، چہ خواہید گفت، اول قطب الاقطاب گریۂ بسیار نمود، بعد از آں فرمود، است ارشد راخواہم گرفت و پیش خدا خواہم برد کہ ہمیں را آوردہ ام، سبحان اللہ ملا حظہ باید نمود کہ پیرو مرشد وے در حق وے چنیں فرمودہ۔"

عبارت اگرچہ خبط ہے، اور کوئی مضمون صاف سمجھ میں نہیں آتا لیکن یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے ایک سو سال سے بھی زیادہ عمر پائی اور یہی تواتر اور توارث سے منقول ہے اور فرامین شاہی اور جمع و تطبیق سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

آپ کی تاریخ وفات گیارہ شوال المکرم ہے، کیوں کہ زمانۂ قدیم سے اسی تاریخ میں آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔

اس کے متعلق یہ روایت چلی آتی ہے کہ آپ دربارِ شاہی میں معلم اور اتالیق کی حیثیت سے تھے لیکن اس کا کوئی تحریری ثبوت نہیں ملتا۔ آپ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا ایک سفینہ ہے، جس میں آپ نے "سفینۃ الاولیا" سے کچھ نوٹ کرنے کے بعد لکھا ہے: کہ منقول از سفینۃ الاولیا، داراشکوہ پادشاہ زادہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دربار شاہی سے کوئی تعلق رہا ہو۔[1]

(۱)...ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۳۶ء، ص: ۲۸۳/۲۸۴

ملّا سیّد محمد فائق امتھوی گیاوی

" فتاویٰ عالم گیری " کی تدوین و تالیف میں ملّا محمد شفیع عثمانی کے علاوہ صوبۂ بہار، ضلع کے گیا کے مزید تین اہلِ علم شریک تھے ۔ (۱) ملّا سید محمد فائق امتھوی (۲) ملّا وجیہ الرب (۳) ملّا محمد اکرم۔

افسوس کہ ان تینوں کے حالات محض نام اور کام (فتاویٰ عالم گیری کی تدوین و تالیف میں شرکت) کی حد تک ملتے ہیں۔ باقی دیگر تفصیلات سے کتب تذکرہ و سوانح خاموش ہیں۔

ملّا سیّد محمد فائق امتھوی اسم بامسمیٰ عالمِ دین تھے اور علوم و فنون میں فائق و ممتاز تھے۔ اورنگ زیب عالم گیر نے مؤلفینِ فتاویٰ عالم گیری میں آپ کو بھی شامل کیا اور آٹھ روپے یومیہ و ظیفہ کے ساتھ ایک سو پچاس بیگھہ مزروعہ اراضی جاگیر کے طور پر عنایت کی۔

آپ سندی سید تھے۔ شاہی فرامین میں آپ کو " سید " تسلیم کیا گیا ہے۔ شاہی فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد کے نام سید محمد شائق تھا۔

ملا سید محمد فائقؔ، ملا محمد شفیع عثمانی کے سمدھی اور ان کے صاحب زادے مولانا قاضی بدیع الزماں امتھوی کے خسر (سُسر) تھے۔

مولوی مجیب اللہ صاحب لکھتے ہیں:

"مولانا سید محمد فائقؔ، ملا محمد شفیع عثمانی (گیاوی) کے صاحب زادے مولانا قاضی بدیع الزماں کے خسر تھے اور " فتاویٰ عالم گیری " کی جمع و ترتیب میں شریک تھے۔ جس کی شاہی سند ان کے خاندان میں اب تک موجود ہے۔"[۱]

مولانا سید محمد طٰہٰ اشرف امتھوی رقم طراز ہیں:

(۱)... فتاویٰ عالم گیری اور اس کے مؤلفین، ص:۱۲۱، تاج کمپنی، دہلی۔

''حضرت مولانا سید محمد فائق بھی جامعین '' فتاویٰ عالم گیری'' میں ایک رکن کی حیثیت رکھتے تھے، آپ کے نام سے علاحدہ سند ہے۔ آپ کو یومیہ وظیفہ ملتا تھا، پھر ایک سو پچاس بیگھہ زمین لائقِ زراعت جاگیر میں ملی۔ آپ سندی سید تھے، فرامین شاہی میں آپ کو سیّد تسلیم کیا گیا ہے، آپ کی سند کا مضمون بھی تھوڑے اختلاف کے ساتھ وہی ہے۔''

'' شرح یاداشت واقعہ روز جمعہ ششم شہر ذی قعدہ ۱۶۰۱ھ جلوس والا موافق ۱۰۸۴ھ مبلغ دو نیم روپیہ بلا قصور یومیہ ہم راہ ملا محمد اکرمؔ در وجہ مد معاش سید محمد فائقؔ ولد سید محمد شائقؔ بشرط جمع فتاویٰ عالم گیری عوض یومیہ مذکورہ یک صد و پنجاہ بیگھہ زمین افتادہ لائق زراعت از پرگنہ ایکل سرکار و صوبہ بہارؔ در وجہ مد د معاش او مرحمت فرمودیم۔''[1]

(۱)...ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ۔ اپریل ۱۹۳۶، ص: ۲۸۷، جلد: ۳۷۔

ملّا محمد اکرم امتھوی گیاوی

مؤلفینِ فتاویٰ عالم گیری میں ایک اہم اور نمایاں نام ملا محمد اکرم امتھوی (گیاوی) کا بھی ہے۔ آپ عالم وفاضل ہونے کے ساتھ ایک باکمال مفتی اور بے مثال قاضی تھے۔ آپ کو دار الحکومت دہلی کے ''موروثی مفتی'' ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ فتاویٰ عالم گیری کی ترتیب و تالیف میں آپ کی شرکت کی سب سے مضبوط اور مستحکم دلیل اورنگ زیب عالم گیر کا وہ شاہی فرمان ہے، جس میں ملّا سیّد محمد فائق کے ساتھ آپ کا نام مؤلفینِ فتاویٰ عالم گیری کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے۔

سند کا متن یہ ہے: ہمراہ ملا محمد اکرم دروجہِ معاش سید محمد فائق ولد سید محمد شائق بشرط جمع فتاویٰ عالم گیری...[1]

کتاب ''مآثر عالم گیری'' جو عہد اورنگ زیب کے حالات وواقعات کے سلسلے میں ایک مستند ماخذ رکھتی ہے۔ اس میں ملا محمد اکرم امتھوی کو ''موروثی مفتی'' لکھا گیا ہے اور قلعۂ معلٰی کی خدمتِ قضا آپ کے سپرد کیے جانے کی صراحت کی گئی ہے۔

مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ کریں:

مولانا محمد فائق کے ساتھ یہ (ملّا محمد اکرم) بھی فتاویٰ عالم گیری کی جمع وترتیب میں شریک تھے اور ان کو بھی دربارِ شاہی سے یومیہ وظیفہ ملتا تھا۔

مبلغ دو نیم روپیہ بلا قصور یومیہ ہمراہ ملا محمد فائق در وجہ معاش.... بشرط جمع فتاویٰ عالم گیری.....

یعنی ملّا محمد اکرم کو بھی ملّا محمد فائق کے ساتھ دو روپے آٹھ آنے یومیہ وظیفہ اس شرط کے

(۱)...ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ۔ اپریل ۱۹۳۶، ص:۲۸۷، جلد: ۳۷۔

ساتھ مقرر ہوا کہ وہ " فتاویٰ عالم گیری " کے جمع و ترتیب میں حصہ لیں گے۔

ملّا اکرم دارالحکومت (دہلی) کے موروثی مفتی تھے۔ ۱۱۰۹ھ میں اردوئے معلیٰ (قلعۂ معلیٰ) کے قاضی ملا عبداللہ کے انتقال کے بعد عہدۂ قضا بھی ان کے سپرد ہوا۔

" مآثر عالم گیری " میں ہے:

قاضی عبداللہ نے مرض فالج میں دنیا کو خیرباد کہا۔ ان کے بجائے ملا محمد اکرم جو دارالحکومت کے موروثی مفتی تھے، اردوئے معلیٰ کی خدمتِ قضا پر حضورِ پُرنور میں (اورنگ زیب عالم گیر کے دربار میں) طلب فرمالیے گئے۔ [1]

مولانا سیّد محمد طٰہٰ اشرف امتھوی کے بقول:

جامعینِ فتاویٰ عالم گیری میں حضرت مولانا سید محمد فائق کے ساتھ ملا محمد اکرم بھی شریک رہے۔ مزید حالات کچھ معلوم نہ ہوسکے۔ [2]

---

(۱)... فتاویٰ عالم گیری اور اس کے مؤلفین، ص: ۱۲۱۔ ۱۲۲، تاج کمپنی، دہلی۔

(۲)... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ۔ اپریل ۱۹۳۶، ص: ۲۸۷، جلد: ۳۷۔

ملّا وجیہ الرب امتھوی گیاوی

ضلع گیا، بہار کے مایۂ ناز فرزندوں میں ملّا وجیہ الرب امتھوی علیہ الرحمۃ کا نام اس حیثیت سے نمایاں ہے کہ فتاویٰ عالم گیری کی ترتیب و تدوین میں اپنی نمایاں خدمات پیش کرنے والے علمائے کرام و مفتیانِ عظام میں آپ بھی شامل رہے۔ آپ کے حالات تذکرہ و سوانح کی کتابوں میں نہیں ملتے۔ فرمانِ شاہی کی مندرجہ ذیل عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ ملّا محمد شفیع عثمانی گیاوی کے ساتھ آپ بھی فتاویٰ عالم گیری کی تالیف میں شریک تھے اور مغل سلطنت کے طرف سے آپ کو یومیہ وظیفہ ملتا تھا۔

شاہی فرمان کی اصل عبارت یہ ہے:

”شرط جمعِ فتاویٰ عالم گیری بہ ہمراہیِ شیخ وجیہ الرب مرحوم در وجہ مدد معاش شیخ محمد شفیع ولد شیخ شریف محمد مقرر بود۔“

ڈاکٹر علاء الدین خان اس شاہی فرمان کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”اس عبارت سے اتنا اشارہ ملتا ہے کہ ملا وجیہ الرب، فتاویٰ عالم گیری کی تالیف میں شریک تھے اور بادشاہ کے طرف سے انھیں بھی وظیفہ ملتا تھا۔“[1]

مولانا سید محمد طٰہٰ اشرف امتھوی لکھتے ہیں:

آپ کے حالات کچھ معلوم نہ ہو سکے۔ بجز اس کے کہ فتاویٰ عالم گیری کی جمع و تالیف میں حضرت مولوی معنوی (ملّا شفیع عثمانی گیاوی) کے ساتھ آپ بھی شریک تھے فرمانِ شاہی میں آپ کا نام بھی مندرج ہے۔[2]

---

(۱)... عہد اورنگ زیب میں علما کے خدمات، ص:۲۵۲۔

(۱)... ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ۔ اپریل ۱۹۳۶، ص:۲۸۷، جلد:۳۷۔

"فتاوی عالم گیری" کو بر صغیر ہند و پاک میں جو شہرت و عظمت حاصل ہوئی، غالباً وہ شہرت و عظمت خود مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمہ کو میسّر نہ آسکی۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ فقہ و افتا کی یہ شاہ کار کتاب تو زندہ رہ گئی، مگر اس کے مؤلفین و مرتّبین گم نام ہو گئے اور تاریخ ہمارے سامنے پانچ سو سے زائد ان تمام علما و فقہا کی داستان حیات نہ پیش کر سکی، جنھوں نے اپنے قلم کی روشنائی کو شہیدوں کے خون سے زیادہ باوزن ثابت کرتے ہوئے ایک عظیم فقہی انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے مین اہم کردار ادا کیا۔

میں نوجوان عالم و فاضل، باکمال شاعر و محقق، ادیب لبیب اور مایۂ ناز محرّر و مصنّف علامہ طفیل احمد مصباحی صاحب قبلہ سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کو مبارک باد پیش کرتا ہوں؛ جنھوں نے تاریخ کے گھنے جنگل سے در جنوں خوبصورت پھول چننے میں کامیابی حاصل کر لی ہے اور "فتاویٰ عالم گیری کے مؤلفینِ بہار" کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں تحقیق و تاریخ اور سوانحی ادب کا ایک بیش قیمت گلدستہ پیش کیا ہے۔ یقیناً اس نوجوان مصباحی کی یہ جگر کاوی اور تنقید و ادب کا یہ خوبصورت گلدستہ رہ روان فکر و قلم کے لیے نقشِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس علمی توشہ کو موصوف کے لیے زادِ راہ بنائے۔ اور آئندہ بھی مزید علمی خدمات کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

یکے از گدائے حافظ ملت

مقبول احمد سالک مصباحی

بانی و مہتمم۔ جامعہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

نئی دہلی۔